جن کو حاصل ذوق مطالعہ ہے
انہیں مطالعہ سے سر درد نہیں ہوتا
سلام کتابوں سے بڑھ کر
جہاں میں کوئی بھی ہم درد نہیں ہوتا

(سلام لاجپوری)

دریں کتاب پریشاں نہ بینی از ترتیب
عجب مدار کہ چوں حال کن پریشاں است

مطالعہ کی میز سے

قسط چہارم

مؤلف

عبدالسلام ابراہیم مارویالاجپوری

خادم مسجد قبا اسٹامفورڈ ہل، لندن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	:	مطالعہ کی میز سے (قسط چہارم)
مؤلف	:	عبدالسلام ابراہیم مارویا، لاجپوری، حال، مقیم، لندن
ناشر	:	مکتبہ سلیمانیہ، اجمیری محلّہ، لاجپور، سورت
مطبع	:	
ایڈیشن	:	اول
سن طباعت	:	
صفحات	:	۱۱۰
تعداد	:	

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ سلیمانیہ، اجمیری محلّہ، لاجپور، سورت۔

(۲) مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ، سورت۔

(۳) مولانا عبداللہ انصاری، موبائل:9898926717

(۴) صالح کتاب سینٹر، نوساری، موبائل:9824741280

(۵) عبدالسلام لاجپوری، لندن، موبائل:07877937731

انتساب

والدمرحوم کے نام جن کی یاد ستاتی اور محبت رلاتی رہتی ہے!

دل کی چوٹوں نے کبھی چین سے رہنے نہ دیا
جب سرد ہوا چلی میں نے تمھیں یاد کیا

آغازسخن

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى!امابعد!

سرورعلم ہے کیف شراب سے بہتر
کوئی رفیق نہیں ہے کتاب سے بہتر

عربی زبان کے نامور شاعر متنبّی کے ایک شعر کا مصرع ہے ’’وخیـــــــر جـلیس فی الزمان کتاب ،،زمانہ میں بہترین ہم نشین کتاب ہے،لہذا کتابوں سے محبت ہونی چاہئے،روزانہ کتاب کا کچھ نہ کچھ مطالعہ کا معمول ضرور ہونا چاہئے،مطالعہ عربی زبان کالفظ ہے جس کے معنی پڑھنے اور جائزہ لینے کے ہیں،مطالعہ کے ساتھ ساتھ حاصل مطالعہ کو ذہن نشین کرنے کی تدبیر بھی ضروری ہے،چونکہ علم ومعلومات کی مثال ایک شکار کی سی ہے،لہذا اسے فوراً قابو میں کرنا چاہئے،امام شافعیؒ فرماتے ہیں ۔

العلم صيد و الكتابه قيد قيد صيودک بالجبال الواثقة
فمن الحماقة ان تصيد غزالة وتتركها بين الخلائق طالقة

علم ایک شکار ہے اور کتابت اس کو قابو میں کرنے اور باندھنے کا نام ہے،تواپنے شکارکومضبوط رسیوں سے باندھے رکھ،یہ بڑی حماقت ہے کہ توکسی ہرنی کا شکارکرلےاوراسےلوگوں کے بیچ آزاد چھوڑدے۔

علماء لکھتے ہیں کہ مطالعہ کے دوران قلم کاپی لے کر خاص خاص باتوں کو نوٹ کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے، ورنہ بعد میں ایک چیز محسوس ہوتی ہے اور وہ نہیں ملتی ہے، اب یا تو سرے سے بات ہی ذہن سے نکل جاتی ہے یا یاد تو رہتی ہے لیکن حوالہ دماغ سے غائب ہو جاتا ہے، لہذا حاصل مطالعہ کو قلمبند کرنے کا اہتمام ہونا چاہئے۔

عربی کا مقولہ ہے ''**من حفظ فر و من کتب قر**،،

جو یاد کرتا ہے اس سے وہ چیز نکل جاتی ہے اور جو لکھ لیتا ہے وہ تحریر اس کے پاس نقش (محفوظ) ہو جاتی ہے۔

حاصل مطالعہ کو قلمبند کرنا ہمارے اکابر کا شیوہ رہا ہے، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ تحریر کرتے ہیں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا کتاب ہمیشہ آنکھوں کے سامنے رہی، اور مطالعہ سب سے محبوب مشغلہ بنا، مطالعے کے دوران کوئی دلچسپ یا سبق آموز واقعہ، یا کوئی لطیف یا معلوماتی نکتہ سامنے آتا تو اسے قلمبند کرنے کی خواہش دل میں ابھرتی، اس طرح ایک ضخیم بیاض تیار ہوگئی ہے جو وقتاً فوقتاً بہت مدد دیتی ہے، میں نے یہ صرف ایک مثال لکھی ہے ورنہ اس کی سینکڑوں مثالیں ہیں، اور اس طرح کی کئی کتب منظر عام پر بھی آچکی ہے، اہل ذوق حضرات سے ان کے اسماء مخفی نہیں ہے۔

بندہ بھی اس کا اہتمام کرتا ہے کہ جب بھی مطالعہ کرتا ہوں بعد از مطالعہ

حاصل مطالعہ کو قلمبند کر لیتا ہوں، اس طرح بندہ کے پاس بھی اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے، کچھ احباب کا اصرار تھا کہ اسے کتابی شکل دیدی جائے تا کہ اس کا فائدہ عام ہو جائے، چنانچہ تعمیل حکم میں یہ حقیر سا تحفہ پیش خدمت ہے، کتاب کا نام ''مطالعہ کی میز سے،، تجویز کیا ہے۔

حضرت مولانا ابن الحسن عباسیؒ کی تحریر کا ایک اقتباس نقل کرتا ہوں جو بندہ کی اس کاوش کے حسب حال بھی ہے، اور بندے کے دلی جذبات کی صحیح ترجمانی بھی کرتا ہے، وہ اپنی تصنیف ''کتابوں کی درسگاہ میں،، کے مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ کوئی تحقیقی یا فکری مضامین سے متعلق کتاب نہیں بلکہ مختلف اوقات میں مطالعہ کرتے ہوئے جو واقعات و لطائف دل کو بھائے انہیں جمع کر دیا ہے اور اس مقصد کے تحت اب اس مجموعے کو شائع کیا جا رہا ہے کہ عبوری اور ہلکے پھلکے مطالعہ کے لئے شاید یہ مفید رہے۔

انسان درحقیقت بہت خود پسند واقع ہوا ہے، وہی شعر گنگناتا اور اسی نثر پر اس کی نگاہ انتخاب ٹھہرتی ہے جس میں وہ اپنے خیالات کی تعبیر اور اپنے جذبات کی ترجمانی محسوس کرتا ہے، اس کا دامن دل اسی صدا کی طرف کھنچتا چلا جاتا ہے جو اس کے احساسات کو لفظوں کی زبان اور اس کے شعور کو اظہار و بیان عطا کرتی ہو کہ اس کو عزیز اپنا خیال اور محبت اپنے جذبے سے ہے، اور چونکہ ہر دل کا احساس اور ہر ایک کی پسند کا معیار الگ ہوتا ہے، اس لئے ضروری نہیں کہ اس میں ذکر کردہ ہر

بوٹا، ہر تراشہ اور ہر پراچہ آپ کا بھی پسندیدہ انتخاب ہو، کتاب میں بعض لطائف اور ظریفانہ باتوں کے لکھنے کا مقصد سوائے اس کے کچھ اور نہیں کہ قاری کا مطالعہ جب وہاں تک پہنچے تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلتی چلی جائے، تفنن طبع کے لئے نظمیں اور اشعار بھی لکھ دیئے گئے ہیں۔

ہاں! اس کتاب میں کسی ترتیب کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ؎

دریں کتاب پریشاں نہ بینی از ترتیب
عجب مدارکہ چوں حال من پریشاں است

اب جس کے جی میں آئے وہ پائے روشنی
ہم نے تو دل جلاکے سر عام رکھ دیا

امید ہے کہ قاری کے لئے کتاب کے مضامین خالی از فائدہ نہیں ہوں گے، ان شاء اللہ۔

طالب دعا

عبدالسلام ابراہیم مارویالاجپوری

۳ محرم الحرام ۱۴۴۷ھ

۲۹ جون ۲۰۲۵ء بروز اتوار

اسے بے ادبی نہ کہے تو کیا کہے؟

حضرت مولانا یوسف متالا صاحب نور اللہ مرقدہ کے مواعظ میں ہے فرمایا کہ حضرت عکرمہؓ جب تلاوت کرتے تو ختم قرآن پر قرآن کریم کو چومتے آنکھوں پر رکھتے اور کہتے جاتے ''کتاب ربی، کتاب ربی ''اس کے برعکس دار العلوم بری میں جس سال سب سے پہلی تراویح سنائی گئی اس میں حافظ صاحب نے ''**اللہ الذی خلقکم من ضعف**'' پڑھا تو ''**ضَعف**'' یا ''**ضُعُف**'' ہم لوگ پیش پڑھتے ہیں اس میں دو قراءتیں ہیں، ایک فتحہ کے ساتھ دوسرا ضمہ کے ساتھ قراءت حفص میں پیش ہے، ایک مصری استاذ نماز میں موجود تھے، ان کو اشکال ہوا، چنانچہ قرآن کریم منگوایا، انہوں نے قرآن کریم دیکھا دیکھنے کے بعد جس طرح ہم عام بک کو زمین پر سرکاتے ہیں اس طرح انہوں نے قرآن کریم کو پھینکا، استغفر اللہ، حرم شریف میں بھی ہمیں ایسی مثالیں دیکھنے کو ملتی ہے، کسی نے قرآن کریم کو ران کے نیچے رکھا ہوتا ہے، تو کسی نے تکیہ کے نیچے رکھا ہوتا ہے، تو کسی نے قرآن کریم کی طرف پاؤں پھیلائے ہوتے ہیں، کیوں؟ انہوں نے قرآن کریم کو ایک عام بک سمجھ رکھا ہے، حالانکہ ادب بڑی اہم چیز ہے، شاعر کہتا ہے ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم گشت از فضل رب

اور اردو کا شاعر کہتا ہے۔

ادب کی ضو سے روشن زندگی ہے
ادب گل ہے تو گلشن زندگی ہے
ادب سے زندگی جدا کیونکر ہو
ادب چولی ہے تو دامن زندگی ہے
ہے ایسا ساتھ دونوں کا کہ گویا
ادب دل ہے تو دھڑکن زندگی ہے

کون کہتا ہے حفظ قرآن مشکل ہے

شیخ احمد فیاض جو کہ قصبہ امیٹھی کے باشندے تھے انہوں حالت ضعف میں بحالت بیماری بستر پر لیٹے لیٹے ایک سال میں پورا قرآن کریم حفظ کیا تھا۔

ایک اہم مسئلے کی وضاحت

سوال۔ رمضان المبارک کے روزوں کی قضا ذی الحجۃ یا ہر ماہ کے مسنون روزے یا شوال کے روزوں کے ساتھ کر سکتے ہیں؟ یعنی ان ایام میں ان روزوں کی نیت بھی کر لی جائے اور رمضان کے روزوں کی بھی نیت کر لی جائے؟ کیا روزوں کی قضا بھی ہو جائے گی اور مسنون روزوں کا بھی ثواب مل جائے گا؟۔

جواب۔ نفل روزہ اور فرض کی قضا کا روزہ دونوں کی مستقل اور الگ الگ حیثیت ہے، ایک ہی روزہ میں نفل اور قضا دونوں کی نیت نہیں کر سکتے ہیں، چنانچہ

روزہ میں نفل کی نیت کرنے سے وہ نفلی روزہ ہوگا اور قضا کی نیت کرنے سے وہ قضا کا روزہ ہوگا، لہذا شوال کے چھ روزوں یا ذی الحجہ یا عاشورہ کے روزوں کے ساتھ قضاروزوں کی ادائیگی کی نیت کرنا صحیح نہیں ہے، اس لئے اگر اس میں شوال کے چھ روزوں یا ذی الحجہ یا عاشورہ یا ایام بیض وغیرہ کے روزوں کی نیت کی ہے تو وہ نفلی روزے ہوں گے، قضا کے نہیں ہوں گے، اور اگر ان دنوں میں قضا کی نیت کی ہے تو وہ قضا کے روزے ہوں گے، بہتر یہ ہے کہ پہلے قضا روزوں کو ادا کیا جائے کیونکہ ان کی ادائیگی لازم ہے، اس کے باوجود اگر کوئی ان نفلی روزوں کو قضا سے پہلے رکھ لیتا ہے تو نفلی روزے کا ثواب ملے گا (فتاوی بنوریہ کی مسائل کی ویب سائٹ سے یہ مسئلہ تحریر کیا ہے)

فضیلت

عن ابی هريرةؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال. ما من ايام احب الى الله ان يتعبد له فيها من عشر ذى الحجة يعدل صيام كل يوم منها بصيام سنة، وقيام كل ليلة منها بقيام ليلة القدر.

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے نزدیک ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں کی عبادت تمام دنوں کی عبادت سے زیادہ پسندیدہ ہے، ان ایام میں سے ایک دن کا روزہ پورے سال کے روزوں اور رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر ہے۔

توڑے وہی جاتے ہیں جو اچھے ہوتے ہیں

ٹوٹے ہوئے پھول اس بات کے گواہ ہے کہ توڑے وہی جاتے ہیں جو اچھے ہوتے ہیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ حضرات مشابہہ تھے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ حضرات مشابہہ تھے اور پانچوں قریش سے تعلق رکھتے تھے، جعفر بن ابی طالب، قثم بن عباس، سائب بن عبید بن عبید یزید بن ہاشم بن عبد المطلب، ابوسفیان الحارث بن عبد المطلب، علی بن ابی طالب یہ پانچ افراد شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہہ تھے۔

کیا بات ہے ام سلیم نے ہمارے ساتھ حج نہیں کیا

طبقات ابن سعد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلیمؓ سے پوچھا کہ کیا بات ہے ام سلیم نے ہمارے ساتھ اس سال حج نہیں کیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ یا نبی اللہ! میرے شوہر کے پاس پانی لانے والے دو اونٹ ہیں، جن میں سے ایک پر انہوں نے حج کیا اور دوسرے کو باغوں کی سیرابی کے لئے رہنے دیا تھا، اس لئے میں حج نہ کرسکی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آجائے تو اس میں عمرہ کرلینا اس لئے کہ اس میں عمرہ کرنا تجھے حج کے بدلے کافی ہوجائے گا۔

سب چیزیں تمہاری ہیں

عام طور سے ازدواجی زندگی دل ہلا دینے والی پریشانیوں، تھکاوٹ اور مشکلات پر محیط ہوتی ہے، اور کبھی کبھی زندگی کی گاڑی چلنا مشکل ہو جاتی ہے، تو میاں بیوی میں جدائی بھی ہو جاتی ہے، اور یہی بات حضرت ربیعؓ کو بھی پیش آئی، ان کے شوہر ایاس بن کبیر تھے، جب ان کے ساتھ چلنا مشکل ہوگیا تو انہوں نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے درخواست کی کہ وہ ان کی مشکل کو حل کریں اور ہم یہی بات صاحب واقعہ یعنی حضرت ربیعؓ سے سنتے ہیں، فرماتی ہیں کہ میرے اور میرے چچازاد (یعنی شوہر) میں کچھ اختلاف ہوگیا، تو میں نے انہیں کہا کہ سب چیزیں تمہاری ہیں تم مجھے چھوڑ دو، انہوں نے کہا ٹھیک ہے میں نے چھوڑ دیا، وہ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم اس نے سب کچھ مجھ سے لے لیا حتی کہ بستر بھی لے لیا۔

آپ صرف السلام کہا کریں

حضرت ام ایمنؓ کبھی کبھی بولنے میں ہکلاتی تھیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چپ رہنے کا حکم دیتے، ایک مرتبہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سلام کیا تو سلام بجائے السلام علیکم کے سلام لاعلیکم کی طرح منہ سے نکلا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سہولت کے لئے فرمایا کہ آپ صرف السلام کہا کریں۔

کون زیادہ حقدار ہیں؟

فقہاء نے اس پر بحث کی ہے کہ مباح پانی کے استعمال کرنے کا کون شخص زیادہ حقدار ہیں، جس پر غسل فرض ہے وہ، یا حائضہ عورت، یا بے وضو شخص، یا غسل میت، پھر فیصلہ کن بات یہ لکھی ہے کہ جس پر غسل فرض ہے یعنی جنبی اسے حائضہ عورت، بے وضو شخص اور میت کے غسل پر ترجیح حاصل ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ جنابت (ناپاکی) زیادہ اہم ہے، لہذا اس کا دور کرنا بھی اتنا ہی اہم ہوگا۔

نوٹ۔ یہ مسئلہ تب ہے جبکہ اس پانی کا کوئی حقدار نہ ہو۔

آب زمزم سے وضو اور غسل کا مسئلہ

جو شخص باوضو ہو اور پاک ہو وہ اگر محض برکت کے لئے آب زمزم سے وضو یا غسل کرے تو جائز ہے، اسی طرح کسی کپڑے کو برکت کے لئے زمزم سے بھگونا بھی درست ہے، لیکن بے وضو آدمی کا زمزم سے وضو کرنا یا کسی جنبی (ناپاک) کا اس سے غسل کرنا مکروہ ہے، اسی طرح اگر بدن یا کپڑے پر نجاست لگی ہو اس کو زمزم سے دھونا بھی مکروہ ہے، اور یہی حکم زمزم سے استنجاء کرنے کا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ زمزم نہایت متبرک پانی ہے اس کا ادب ضروری ہے، اس کا پینا موجب برکت ہے لیکن نجاست دور کرنے کے لئے اس کو استعمال کرنا ناروا ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد دوم)

کچھ تخفیف ہو جاتی ہے

حالت جنابت میں وضو کرنے سے پاکی (طہارت) تو حاصل نہیں ہوتی مگر حدث (ناپاکی) میں کچھ تخفیف ہو جاتی ہے، اگر رات کو کسی وجہ سے غسل کی حاجت ہوئی اور اسی وقت غسل کرنے میں دقت ہو تو بہتر یہ ہے کہ غسل کرلے لیکن اگر غسل نہ کرے تو استنجاء اور وضو کر کے سو جائے، یہ طریقہ پسندیدہ ہے۔

پاکی کا اثر

حضرت الاستاذ علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ نے اپنا واقعہ سنایا تھا کہ وہ روزانہ عشاء کے بعد اپنے استاذ شیخ الہندؒ کے سر میں تیل رکھنے جاتے تھے، کبھی حضرت دیر تک تیل رکھواتے اور کبھی یہ کہہ کر کہ آج جی نہیں چاہ رہا جلدی سر چھڑا دیتے، علامہ فرماتے ہیں کہ میں نے غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ جس دن میں باوضو تیل لگانے جاتا ہوں حضرت دیر تک لگواتے ہیں، اور جب میں بے وضو جاتا ہوں تو حضرت جلدی سے چھڑا لیتے ہیں، اس کے بعد سے میں ہمیشہ باوضو تیل رکھنے کے لئے جانے لگا (تحفۃ الالمعی جلد ثانی ص ۱۱۷)

تو پھر سب واپس چلے جاؤ

حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنی وفات سے قبل لشکر کے کمانڈوں اور محافظوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ کیا تم سب مل کر مجھے اللہ تعالی کے عذاب سے بچا سکتے ہو؟ سب نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ سب واپس چلے جاؤ، پھر آپ نے

پانی منگا کر وضو کیا اور قبلہ رخ ہو کر آیت کریمہ **لا الٰہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین** کا ورد کرتے ہوئے جان جاں آفریں کے سپرد کردی (کتاب العاقبۃ ص ۶۴)

حسن خاتمہ کی فکر

مشہور محدث اور فقیہ ابراہیم نخعیؒ وفات کے وقت روتے ہوئے فرمارہے تھے میں اپنے رب کے قاصد کا منتظر ہوں، پتہ نہیں وہ مجھے جنت کی خوشخبری سنائے گا یا جہنم کی؟ (حوالا بالاص ۷۰)

صحابہ کرام پر متابعت رسول ختم ہوگئی

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھارہا تھا، میں نے دیکھا کہ آپ کدو کے قتلے پیالے میں تلاش کر کے تناول فرمارہے ہیں، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اسی روز سے میری طبیعت کو کدو مرغوب ہوگیا، اللہ اکبر! طبیعت کا ذوق جو تقریباً غیر اختیاری معلوم ہوتا ہے اس کو بھی آپ کے فطری ذوق کے مطابق ڈھال لینے پر صحابہ کو کیسی قدرت حاصل تھی، کسی نے سچ کہا ہے کہ اگر آپ پر نبوت ختم ہوگئی تو صحابہ کرام پر متابعت رسول ختم ہوگئی (خصائل نبوی ص ۱۰)

مسجد میں غیر مسلم کا داخلہ

حالت جنابت میں مسجد میں داخلہ کی اجازت نہیں ہے، لیکن فی نفسہ غیر

مسلم ہونا بھی مسجد میں داخلہ ممنوع ہونے کا سبب نہیں، امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں ایک باب کا عنوان ہی یہ رکھا ہے کہ مسجد میں مشرک کے داخلے کا بیان، پھر اس باب کے تحت انہوں نے تین احادیث درج کی ہیں، جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی موجودگی میں یہود و مشرکین کا مسجد میں داخل ہونا ثابت ہوتا ہے، لہذا اسلام سے متعارف ہونے یا دین اسلام کی بات سننے کے لئے کسی غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے، یہ بات قابل ذکر ہے کہ حرمین شریفین کا معاملہ عام مساجد سے مختلف ہے، سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۲۸ اور صحیح احادیث میں اس کی صراحت ہے کہ مسجد حرام میں کسی کافر و مشرک کا داخلہ ہرگز جائز نہیں۔

اپنی خوشی کو ماتحت کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کے ماتحت

حدیث پاک میں ایک واقعہ آیا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی بنایا، اور ان کو رخصت اس طریق پر کیا کہ ان کو اونٹ پر سوار کیا اور خود پیدل چلے ساتھ ساتھ کچھ دور تک، آقا تو پیدل چلیں اور ان کا ادنی خادم اونٹ پر سوار ہو کس قدر بوجھ ہوا ہوگا حضرت معاذؓ کی طبیعت پر لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہی تھا، آپ کی خوشی یہی تھی، لہذا حضرت معاذ بن جبلؓ نے اپنی خوشی کو ماتحت کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نصیحتیں کرتے رہے، اس میں ہمارے لئے بھی اہم سبق ہے کہ ہر چیز میں اپنے شوق اور اپنی چاہت کو نہیں بلکہ شریعت مطہرہ کے احکام

کومقدم رکھنا چاہئے جیسے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے اختیار کیا، خلفاء راشدین کی نبی سے محبت اور ظاہری اطاعت کا نمونہ ملاحظہ کیجئے کہ جس وقت میں مسیلمہ کذاب سے جہاد ہوا حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں تو حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو سپہ سالار بنایا اور خود پیدل چلے دور تک نصیحتیں کرتے ہوئے جیسے آقا نے کیا تھا، ظاہر ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ خود کو حضرت صدیق اکبرؓ سے بہت چھوٹا سمجھتے تھے، اس لئے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا تو وہ مقام ہے جو کسی کو بھی نبیوں کے بعد حاصل نہیں، خیر البشر بعد الانبیاء ہے، کتابوں میں لکھا ہے کہ تمام امت کا ایمان اگر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور حضرت صدیق اکبرؓ کا ایمان ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت ابوبکرؓ کا ایمان وزنی ہوگا، چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اسی میں تھا اس لئے حضرت خالدؓ نے بھی تکلف سے کام نہیں لیا اسی کو پسند کیا کہ سواری پر سوار رہے، فارسیان کہتے ہیں۔

چوں طمع خواہد ز من سلطان دیں

خواہد بر فرق قناعت بعد ازیں

جب سلطانِ دیں ہم سے فرمائے کہ ایسا کرو تو ہمیں ایسا ہی کرنا چاہئے اس کے خلاف ہمارے پاس سو دلیلیں ہوں سو خواہشیں ہوں تب بھی ان سب کو قربان کر دینا چاہئے۔

جب قادسیہ کی جنگ ہوئی تو حضرت عمرؓ نے بھی ٹھیک ایسا ہی کیا کہ حضرت

سعد بن وقاص ؓ کو سپہ سالار بنایا اور ان کو سوار کرایا اور خود دور تک ان کو ہدایتیں دیتے ہوئے چلتے رہے، چونکہ آپ سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے ایسا ہی کیا تھا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا، حضرت عمرؓ اور حضرت سعد بن وقاص ؓ کے مرتبے میں بھی کافی فرق تھا، جس راستے پر حضرت عمرؓ چلتے تھے شیطان راستہ تبدیل کر لیتا تھا، اتنی بڑی شان تھی ان کی، اور آقا نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ جس طرف کو عمر چلتے ہیں حق کو اسی طرف چلا، نیز فرمایا حق ناطق ہے عمر کی زبان اور کتنی آیتیں قرآن کریم میں ایسی ہیں کہ اولاً حضرت عمرؓ نے ایک مشورہ دیا اور اسی کے موافق قرآن پاک کی آیت نازل ہوگئی۔

پوچھو گے نہیں میں نے اس طرح کیوں کیا؟

ابوعثمان کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمانؓ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا، انہوں نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اس کو حرکت دی جس سے درخت کے پتے گر گئے، پھر مجھ سے کہنے لگے کہ ابوعثمان! تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ میں نے یہ کیوں کیا، میں نے کہا بتا دیجئے کیوں کیا، انہوں نے کہا میں ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا آپ نے بھی درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اسی طرح کیا تھا، جس سے اس ٹہنی کے پتے جھڑ گئے تھے، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ سلمان پوچھتے نہیں کہ میں نے اس طرح کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا کہ بتا دیجئے کیوں کیا، آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ

جب مسلمان اچھی طرح سے وضو کرتا ہے پھر پانچوں نمازیں پڑھتا ہے تو اس کی خطائیں اس سے ایسی گر جاتی ہیں جیسے یہ پتے گرتے ہیں پھر آپ نے قرآن کریم کی آیت **و اقم الصلوۃ طرفی النھار** تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قائم کرنا نماز کو دن کے دونوں سروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیکیاں دور کر دیتی ہے گناہوں کو، یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے (رواہ احمد، والنسائی والطبرانی)

فائدہ۔ حضرت سلمانؓ نے جو عمل کر کے دکھایا یہ صحابہ کے تعشق کی ادنی مثال ہے، جب کسی شخص کو کسی سے عشق ہوتا ہے اس کی ہر ادا بھاتی ہے اور اس طرح ہر کام کرنے کو جی چاہتا ہے جس طرح محبوب کو کرتے دیکھتا ہے، جو لوگ محبت کا ذائقہ چکھ چکے ہیں وہ اس کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے، اسی طرح صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد نقل کرنے میں اکثر ان افعال کی بھی نقل کرتے تھے جو اس ارشاد کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے تھے۔

میں نے آقا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے

حضرت علی بن ربیعہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں حضرت علیؓ کے پاس موجود تھا، وہ اپنی سواری پر سوار ہونے کے لئے تشریف لائے، جب رکاب میں پاؤں رکھا تو **بسم اللہ** پڑھی، جب پشت پر بیٹھ گئے تو **الحمدللہ** کہا، پھر یہ دعا پڑھی **سبحان الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا**

لمنقلبون ، پھر تین مرتبہ الحمدلله کہا، پھر تین مرتبہ الله اکبر کہا، پھر یہ دعا پڑھی سبحانک اللھم انی ظلمت نفسی فاغفر لی فانه لا یغفر الذنوب الا انت ۔ترجمہ۔اے اللہ! تو تمام عیبوں سے پاک ہے، میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، پس میری مغفرت فرما دے، گناہوں کو تیرے سوا کوئی بھی معاف نہیں کر سکتا، پھر حضرت علیؓ ہنس پڑے، عرض کیا گیا امیر المومنین آپ کس چیز پر ہنس پڑے؟ انہوں نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا جس طرح میں نے کیا، پھر آپ ہنس پڑے تھے، تو میں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ! آپ کس چیز پر ہنس پڑے تو آپ نے فرمایا آپ کا رب اپنے بندے پر تعجب فرماتا ہے جب وہ کہتا ہے میرے گناہوں کو بخشد یجئے، بندہ جانتا ہے کہ گناہوں کو میرے سوا کوئی نہیں بخشتا (بندے کی توبہ اور اللہ تعالیٰ کی بخشش پر خوش ہو کر میں ہنسا)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات دو قسم کی ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات دو قسم کی ہیں ایک وہ جن کے کرنے میں ثواب اور جن کے نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں بلکہ صرف ثواب سے محرومی ہے، فرض کیجئے کہ آپ چونکہ ہمیشہ سیدھی کروٹ پر سویا کرتے تھے اگر ایک شخص سیدھی کروٹ صرف متابعت رسول کی نیت سے سوتا ہے تو یقیناً اس کا سونا باعث اجر وثواب ہے اور اگر الٹی کروٹ سوئے تو وہ صرف متابعت رسول کے ثواب سے محروم ہوگا گنہگار نہیں، دوسری وہ عادتیں جن کے کرنے میں متابعت رسول کا ثواب اور جن سے

غفلت برتنے میں نہ صرف ثواب سے محرومی بلکہ گناہ بھی ہے مثلاً آپ نے پاجامہ تو کبھی نہیں پہنا البتہ تہبند ہمیشہ ٹخنے سے اونچی نصف پنڈلی تک باندھا ہے، اب اگر کوئی شخص تہبند یا پاجامہ ٹخنے سے نیچا پہنے گا تو یقیناً گنہگار ہوگا کیونکہ اس کے بارے میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں، ایک جگہ اس طرح آیا ہے کہ ٹخنے سے نیچے جس جگہ پاجامہ کا حصہ لگے گا قیامت کے روز دوزخ کی آگ وہیں سے بدن کو چھوئے گی۔

حضرت بلال کو بلاؤ

روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت عمرؓ کعبۃ اللہ میں تشریف لے گئے اور نماز پڑھنی چاہی تو فرمایا کہ حضرت بلالؓ کو بلاؤ کیونکہ جس دن میرے آقا نے کعبۃ اللہ میں نماز پڑھی تھی آپ کے ساتھ حضرت اسامہؓ اور حضرت بلالؓ موجود تھے، مجھے ان سے معلوم کرنا ہے کہ مجھے وہ جگہ دکھائی جائے جہاں آقا نے نماز ادا کی تھی، چنانچہ حضرت بلالؓ کو بلایا گیا حضرت بلالؓ نے کہا کہ آپ ایسا کرے کہ کعبہ کی دیوار سے تین ہاتھ پیچھے کھڑے ہوں پہلی صف والے جو دوستون ہے ان کو بائیں جانب رکھے اور ایک ستون کو دائیں جانب رکھے اسی جگہ آقا نے نماز ادا کی تھی۔

میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے.....

حضرت عمرؓ کے متعلق لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے حجر اسود کو چوم کر فرمایا کہ اے حجر اسود! خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے کسی کو نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتا مگر میں آقا کے اتباع میں ایسا کر رہا ہوں، اگر آقا تجھ کو نہ چومتے تو

میں بھی تجھے کبھی نہ چومتا اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت کی ’’لقد کان لکم فی رسول الله اسوۃ حسنة‘‘.

ضیافت کے اقسام

(۱) تقریب زفاف

(۲) تقریب ولادت

(۳) ختنہ کی خوشی میں جو دعوت دی جاتی ہے

(۴) مکان بننے کی خوشی میں جو دعوت دی جاتی ہے

(۵) کسی مصیبت سے نجات کی خوشی میں جو دعوت ہو

(۶) مسافر سفر سے واپس آکر جو دعوت کرتا ہے

(۷) بچے کا سر مونڈنے اور نام رکھنے کی تقریب

(۸) ہر وہ دعوت جو بلا تقریب ہو

(۹) عقد کی خوشی میں زوجہ کی طرف سے دعوت

(۱۰) بچے کے ختم قرآن کی خوشی میں دی جانے والی دعوت

طلباء کی مثال

حضرت مولانا محمد ختنی ترکستانی فرماتے تھے کہ طلباء کی مثال چڑیا کی طرح ہے جو ہاتھ میں ہو اگر زیادہ دباؤ تو مرنے کا اندیشہ اگر ڈھیلا چھوڑ دو تو اڑنے کا ڈر لہذا ہر وقت ہوشیار رہنا ہوتا ہے یعنی اگر طلباء پر زیادہ سختی کی جائے تو میدان علم چھوڑ

دیتے ہیں اگر بالکل ڈھیلا چھوڑ دیا جائے تو شیطان اور نفس کے قابو میں آ کر محروم ہونے کا ڈر رہے (مشک ختن)

حکمت بہت بڑی چیز ہے

ایک مرتبہ حضرت (مولانا محمد ختنی) کے ایک شاگرد جو شہر کی ایک بہت بڑی جامع مسجد میں امام اور خطیب ہیں صاحب سلسلہ اور نامور خطباء میں شمار ہوتے ہیں ان میں اور ان کے مقتدیوں میں کچھ اختلاف ہو گیا ،تو مقتدی حضرات ایک بڑے وفد کی شکل میں حضرت کی خدمت میں پہنچے، اور انہیں ہٹا کر متبادل آدمی دینے کی درخواست کی ،تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ اگر درخت کسی جگہ تن آور ہو جائے تو اس کو اکھاڑ کر نیا لگانے کے بجائے اس کی تراش خراش کی جائے اس کی شاخوں کو کاٹ کر بنا سنوار دیا جائے یہ زیادہ بہتر ہے، اس لئے کہ نیا درخت اگے یا نہ اگے، لوگوں کو بات سمجھ میں آ گئی اور حضرت نے امام صاحب میں جو کمی کوتاہی تھی اس کی بھی اصلاح فرمائی اور آج چالیس سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے وہ اسی جگہ پر دین کی خدمات انجام دے رہے ہیں (مشک ختن ص ۱۰۹)

وقف کی زمین کے استعمال سے احتیاط

حضرت مولانا محمد ختنی کی وصیت تھی کہ مجھے مدرسہ کے احاطہ میں دفن نہ کیا جائے کیونکہ وہ جگہ قبر کے لئے وقف نہیں ہے، حضرت کی اہلیہ نے عرض کیا کہ آپ جہاں دفن ہونا چاہتے ہیں وہ یہاں سے دور ہے بچے وہاں کیسے آیا کریں

گے،تو فرمایا کہ قبر پر جانا ضروری نہیں یہیں سے ایصال ثواب کرتے رہیں پہنچ جائے گا(حوالا بالا)

کبھی ایسا بھی تھا

کبھی گھر کچے تھے لیکن لوگ سچے تھے، پیسہ کم تھا مگر ایمان کامل تھا،لباس میلے تھے لیکن دل صاف تھے،ہونٹوں پہ مسکراہٹ تھی دلوں میں بھائی چارہ تھا،اور آج گھر پکے ہیں مگر لوگ جھوٹے ہیں پیسے کی فراوانی ہے لیکن ایمان کمزور ہونٹوں پہ مسکراہٹ ہے لیکن دل میں منافقت اور لباس صاف ستھرا مگر دل میلے کچیلے ؎

صرف ہاتھوں کو نہ دیکھو کبھی آنکھیں بھی پڑھو
کچھ سوالی بڑے خود دار ہوتے ہیں
جھوٹ سے سچ کی شروعات نہیں ہو سکتی
لہجہ کڑوا ہو تو پھر بات نہیں ہو سکتی
اس قول سے تو آشنا ہر اک فرد ہے
قابو جو اپنے نفس پہ پالے وہ مرد ہے

یہ ہم پر منحصر ہے

کہا جاتا ہے جس کو زیست دو پل کی کہانی ہے
یہ ہم پر منحصر ہے اب کہاں کیسے بتانی ہے
ذرا سی زندگانی ہے تکبر کس لئے صاحب
سوا اللہ ہم سب کو یقیناً موت آنی ہے
اکیلے اک کے اوپر نہیں ذمہ وفاؤں کا
قسم گر مل کے کھائی ہے تو مل کر ہی نبھانی ہے
کسی کو بھی بنا کوشش نہیں ملتا مقام اونچا
تمہیں اپنی جگہ خود اپنی محنت سے بنانی ہے
غزل تو سب ہی لکھتے ہیں مگر اللہ کی رحمت سے
شکیل احمد تری غزلوں کی اک دنیا دوانی ہے

خوف آتا ہے

یہ کب کہا تھا نظاروں سے خوف آتا ہے
مجھے تو چاند ستاروں سے خوف آتا ہے
میں دشمنوں کے کسی وار سے نہیں ڈرتا
مجھے تو اپنے ہی یاروں سے خوف آتا ہے
ملے ہیں دوستوں بیساکھیوں سے غم اتنے
مرے بدن کو سہاروں سے خوف آتا ہے
میں التفات کی خندق سے دور رہتا ہوں
تعلقات کے غاروں سے خوف آتا ہے

ہمیشہ جیت ہی جانا کمال تھوڑی ہے

ملال ہے مگر اتنا ملال تھوڑی ہے
یہ آنکھ رونے کی شدت سے لال تھوڑی ہے
بس اپنے واسطے ہی فکر مند ہیں سب لوگ
یہاں کسی کو کسی کا خیال تھوڑی ہے
پروں کو کاٹ دیا ہے اڑان سے پہلے
یہ خوف ہجر ہے شوق وصال تھوڑی ہے
مزہ تو تب ہے کہ ہار کے بھی ہنستے رہو
ہمیشہ جیت ہی جانا کمال تھوڑی ہے
لگانی پڑتی ہے ڈوبکی ابھرنے سے پہلے
غروب ہونے کا مطلب زوال تھوڑی ہے

متفرق اشعار

بنانے کے لئے مسجد جو اپنا مال و زر دے گا
خدا جنت میں اس کو خوب عالیشان گھر دے گا

اگر چہ زر بھی جہاں میں ہے قاضی الحاجات
جو فقر سے ہے میسر تونگری سے نہیں

اگر جواں ہوں مری قوم کے جسور و غیور
قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں

سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

اگر جہاں میں مرا جوہر آشکارا ہوا
قلندری سے ہوا ہے تونگری سے نہیں

جو بھلے برے کی اٹکل نہ مرا شعار ہوتا
نہ جزائے خیر پاتا نہ گناہ گار ہوتا

میں کبھی کا مر بھی رہتا نہ غم فراق سہتا
اگر اپنی زندگی پر مجھے اختیار ہوتا

کبھی بھول کر کسی سے نہ کرو سلوک ایسا
کہ جو کوئی تم سے کرتا تمہیں ناگوار ہوتا

عادت کی غلام ہو گئی ہے

تبلیغ پیام ہو گئی ہے
حجت بھی تمام ہو گئی ہے
جب موج صبا ادھر سے آئی
تفریح مشام ہو گئی ہے
کتنی بودی ہے طبع انساں
عادت کی غلام ہو گئی ہے
تمہیدی پیام ہی میں اپنی
تقریر تمام ہو گئی ہے
بچنا کہ وبائے صحبت بد
اس دور میں عام ہو گئی ہے

حفاظت کی دعا

اپنی اور اپنے ایمان کی حفاظت دشمنوں اور حاسدوں کے شر سے حفاظت خیر کی طلب اور شر سے پناہ کے لئے بطور ورد پڑھے

اللهم احفظنی بالاسلام قائما واحفظنی بالاسلام قاعدا واحفظنی بالاسلام راقدا ولا تشمت بی عدوا حاسدا اللهم انی اسالک من کل خیر خزائنه بیدک واعوذ بک من کل شر خزائنه بیدک (رواہ الحاکم)

اے اللہ! میری حفاظت فرما اسلام کے ساتھ کھڑے ہونے کی حالت میں اور بیٹھنے کی حالت میں اور سونے کی حالت میں (یعنی کھڑے بیٹھے اور سوتے ہر حال میں ایمان واسلام کے ساتھ محفوظ رہوں) اور میرے دشمنوں اور حاسدوں کو تیرے کسی فیصلے سے شماتت کا موقعہ نہ ملے، اے میرے اللہ! تیرے ہاتھ میں خیر کے جو خزانے ہیں میں تجھ سے ان کو مانگتا ہوں اور تیرے قبضہ میں جو شر ہے اس سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔

دین پر ثابت قدمی

حضرت شداد بن اوسؓ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شداد! جب تم لوگوں کو دیکھو کہ وہ سونا چاندی جمع کر رہے ہیں تو تم ان کلمات کو ذخیرہ کرنا

اللھم انی اسالک الثباتَ فی الامر والعزیمۃَ علی الرشدِ،واسالکَ موجبات رحمتک،وعزائمَ مغفرتکَ.

یااللہ! میں تجھ سے دین پر ثابت قدمی اور بھلائی پر پختگی کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے تیری رحمت اور تیری مغفرت کا موجب اور یقینی سبب بننے والے اعمال کا سوال کرتا ہوں۔

اس طرح اللہ کے دین پر پختگی اور استقامت کا اظہار ہو، دین کے بارے میں کسی قسم کی سستی اور کاہلی کا اظہار نہ ہو،فرمان باری تعالی ہے’’**وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذلکم وصکم بہ لعلکم تتقون۔**

ترجمہ۔اور یقیناً میرا راستہ ہی سیدھا ہے، چنانچہ صرف اسی پر چلو، دیگر راستوں پر مت چلوتو پھر تمہیں سیدھے راستے سے ہٹا دیں گے، اللہ تمہیں اسی بات کی تاکیدی نصیحت کرتا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

زمزم کا پانی اور سورۂ فاتحہ

ابن القیمؒ زادالمعاد میں تحریر کرتے ہیں کہ مجھے مکہ مکرمہ میں ایک بار ایسی حالت پیش آئی کہ میں بیمار ہوگیا اور نہ وہاں کوئی طبیب تھا اور نہ ہی دوا، میں نے سورۂ فاتحہ سے علاج کرنا شروع کیا، زمزم کے پانی کا ایک گھونٹ لیتا اس پر بار بار سورۂ فاتحہ پڑھتا اور پھر اسے پی لیتا، اس طریقے سے مجھے مکمل شفا حاصل ہوئی، پھر

میں نے اس طریقے کو مختلف بیماریوں میں آزمایا اور ہمیشہ فائدہ اٹھایا۔

ہونہار بیروے کے چکنے چکنے پات

حضرت مفتی رفیع اور مفتی تقی عثمانی اور دوسرے بچے مسجد میں دوڑ رہے تھے، مولانا محمد ختنیؒ انہیں پکڑنے اور تادیب کی غرض سے ان کے پیچھے دوڑے، سب بچے تو بھاگ گئے مگر مفتی تقی عثمانی صاحب جو سب بچوں میں چھوٹے تھے بھاگ نہ سکے اور مسجد کے ستون کے پیچھے چھپ گئے، جب آپ قریب گئے تو مفتی تقی صاحب نے ستون کے پیچھے سے نکل کر زور سے السلام علیکم کہا ان کی اس ادا پر آپ ہنس پڑے اور سارا غصہ جاتا رہا اور محبت کے ساتھ مسجد سے باہر پہنچا دیا اور فرمایا کہ یہ بچہ تیز اور سمجھدار معلوم ہوتا ہے بعد کے زمانے نے یہ بات سچ ثابت کردی، قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید (مشک ختن)

فقروفاقہ اور طالب علمی

عبدالرحمٰن ابن حاتم رازیؒ جو تعدیل و جرح کے امام ہیں، مصر میں اپنی طالبعلمی کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دوساتھیوں نے ایک مرتبہ سردی کے موسم میں مچھلی خریدی، لیکن تین دن تک اس کے پکانے کی فرصت نہ ملی، بالآخر ہم نے کچی ہی کھالی اور پھر فرمایا کہ ''**لا یستطاع العلم براحة الجسم**''، جسم کی راحت کے ساتھ کبھی علم حاصل نہیں ہوسکتا۔

اس لئے وضو کرنے میں شبہ ہے

حضرت مولانا محمد ختنیؒ دار العلوم دیوبند کے متعلق فرماتے تھے کہ دار العلوم کی مالی حالت اچھی نہیں تھی، اکثر دال پکتی تھی، اس پر دال کا ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ بعض شریر طلباء نے دار العلوم کے نوٹس بورڈ پر ایک استفتاء لکھا کہ دار العلوم کی دال سے وضو جائز ہے یا نہیں؟ نیچے لکھا گیا کہ جائز ہے کیونکہ اس میں پانی کی طرح رقت اور سیلان ہے، اس پر کسی نے حاشیہ لکھا کہ کبھی کبھی دھوپ میں گھی چمکتا ہے اس لئے وضو کرنے میں شبہ ہے (حوالا بالا)

وہ تو ہاتھی ہے

حضرت مولانا محمد ختنیؒ نے حضرت مولانا موسف بنوریؒ کو اپنے ادارے میں بطور مدرس لانا چاہا اور اس سلسلہ میں مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ کو مدینہ شریف خط لکھا، حضرت نے جواباً لکھا کہ بنوری ہاتھی ہے اس کے لئے بڑے دروازے کی ضرورت ہے اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، چنانچہ کچھ عرصہ بعد ہی حضرت بنوریؒ نے جامعہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی کی بنیاد رکھی، حضرت کے اخلاص اور تڑپ نے کچھ ہی عرصہ میں اس ادارہ کو پاکستان کا دار العلوم دیوبند بنادیا، اس طرح حضرت میرٹھیؒ کا گمان سچ ثابت ہوا (حوالا بالا)

اجل اور انسان کی امیدیں

حضرت مولانا محمد ختنیؒ اٹھارہ سال کی عمر میں ترکستان (چین) سے حضرت

مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے ملنے کی غرض سے دیوبند کے ارادے سے چلے چنانچہ اپنے ہم عمر نو جوانوں کے ساتھ کوہ ہمالیہ کے دشوار گذار پرخطر اور برفانی راستوں کو پیادہ پا طے کرتے ہوئے دیوبند پہنچے، یہاں آکر پتہ چلا کہ امام العصر انتقال فرما چکے ہیں، آہ کہ آں قدح بشکست، وآں ساقی نماند، پھر مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے سمجھانے سے دار العلوم میں داخلہ لے لیا، پھر طالبعلمی کے دوران بیعت کے ارادہ سے حکیم الامتؒ کی بارگاہ میں تھانہ بھون حاضر ہوئے، لیکن حضرت نے فرمایا کہ فراغت کے بعد بیعت ہونا لیکن افسوس کہ فراغت کے ایک سال قبل حکیم الامت کا وصال ہوگیا (حوالا بالا)

بادوستاں مروت بادشمناں مدارا

مرض الوفات میں منجملہ اور نصیحتوں میں ایک نصیحت یہ فرمائی کہ

آسائش دوگیتی تفسیر ایں دو حرف است

بادوستاں مروت با دشمناں مدارا.

ترجمہ۔ دونوں جہانوں کی راحت و آسائش ان دو حرفوں کی تفسیر ہے دوستوں سے مروت کا اور دشمنوں سے مدارات کا برتاؤ کرے (حوالا بالا)

نکاح کا معنی

نکاح کے معنی لغت میں ضم کے بھی آتے ہیں اور وطی کے بھی، وطی ضم کا ذریعہ ہے، بعد میں اس لفظ کا اطلاق تزویج پر ہونے لگا کیونکہ تزویج عورت اور مرد

کے ملنے کا سبب ہوتی ہے، پھراس میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ نکاح کا لفظ اصلاً وضع کے اعتبار سے عقد کے لئے ہے یا وطی کے لئے، اس سلسلہ میں پھر تین اقوال ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ لفظ نکاح وطی اور عقد دونوں کے لئے علی السواء استعمال ہوتا ہے، اور دونوں میں بالاشتراک حقیقت ہے۔

اس کے بعد پھراس میں اختلاف ہے کہ نکاح آیا باب عبادات میں شامل ہے یا مباحات میں؟ حضرات حنفیہ اور حنابلہ کے یہاں یہ عبادات میں شامل ہے، اور حضرات شوافع اسے مباحات میں شمار کرتے ہیں، مالکیہ سے دو قول منقول ہے ایک یہ کہ نکاح ''اقوات،، میں سے ہے ''قُوت،، اس شئی کو کہتے ہیں جس کے بغیر زندگی گذارنا مشکل ہوتا ہے، اور نکاح ایسی چیز ہے کہ اس کے بغیر زندگی گذارنا مشکل ہوتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ نکاح تفکہات کے قبیل سے ہے اور فواکہ کی شان یہ ہوتی ہے کہ استعمال ہو تو بہتر، نہ ہو تو کوئی حرج نہیں، پھراس میں اختلاف ہے کہ فرائض کے بعد آدمی کے لئے تخلی للنوافل افضل ہے یا نکاح، حضرات حنفیہ اور حنابلہ نکاح کو افضل کہتے ہیں اور شوافع تخلی للنوافل کو، پھراس میں اختلاف ہے کہ نکاح کرنا سنت ہے یا واجب، جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ نکاح کرنا سنت ہے، داؤد ظاہری، ابن حزم اور احمد بن حنبل کا قول یہ ہے کہ نکاح کرنا واجب ہے، یہ اختلاف عام حالات کے اعتبار سے ہے، جب انسان کو زنا میں مبتلا ہونے کا

خطرہ نہ ہو، اگر اس کا خطرہ ہو تو ''**عند التوقان**،، پھر سب کے نزدیک نکاح واجب ہے، البتہ شوافع اس صورت میں بھی صرف مستحب فرماتے ہیں۔

حدیث پاک میں جو فرمایا گیا ہے کہ ''**من رغب عن سنتی فلیس منی**،، یہ وعید اس شخص کے لئے بیان فرمائی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اعراض کرتا ہے، تاہم اگر کوئی شخص سنت سے اعراض نہیں کرتا وہ نکاح صرف اس وجہ سے نہیں کرتا کہ اسے نکاح کی ضرورت نہیں تو یہ وعید اس کے لئے نہیں ہوگی، شام کے مشہور عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے ایک کتاب ''**العلماء العزاب الذین اثروا العلم علی الزواج**،، کے نام سے تحریر فرمائی ہے، اس میں انہوں نے ان علماء کے مختصر حالات جمع کئے ہیں جنہوں نے علمی مصروفیات کی وجہ سے شادی اور ازواج کی ضرورت محسوس نہیں کی، اس میں انہوں نے تقریباً چھتیس علماء کا ذکر کیا ہے جن میں ابن تیمیہ اور نووی جیسے اساطین علم کے نام شامل ہیں، ظاہر ہے کہ ان اہل علم کے متعلق یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ انہوں نے ایک واجب عمل کو ترک کر دیا۔

نکاح کے متعلق دوسری چیز یہ بھی یاد رکھنی چاہئے جس کو امام بخاریؒ نے بیان کیا ہے کہ آدمی اگر کوئی نیکی کرے تو اس میں اس کو نیکی کی نیت بھی کر لینی چاہئے، مثلاً کوئی نکاح کا ارادہ کر رہا ہے تو اس میں بھی سنت کی اتباع، تکثیر امت اور اپنی شرم گاہ کو حرام سے محفوظ رکھنے کی نیت کر لینی چاہئے (کشف الباری)

تیسری بات یہ کہ میاں، بیوی میں تعلقات کشیدہ ہونے کی اصل بنیاد عام طور پر ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کرنا ہے، اسی سے جھگڑے ہوتے ہیں، اشتعال پیدا ہوتا ہے، اس لئے دونوں پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کے حقوق پہچانیں، اور پھر ان تمام حقوق کو ادا کرنے کی پوری پوری کوشش کریں، جہاں کہیں کوتاہی ہو رہی ہو کھلے دل سے اس کا اعتراف کرے اور جلد ہی اس کا تدارک کرلیں اگر ایسا کرنے لگیں تو شاید ہی کوئی رنجش ہو۔

خاوند پر بیوی کے تین حقوق

(۱) بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا۔

(۲) اعتدال کے ساتھ اس کی ایذا پر صبر کرنا یعنی بیوی سے اگر کوئی خلاف طبع اور ناگوار بات صادر ہو تو اس پر صبر کرنا، اور نرمی سے اس کو سمجھا دینا تا کہ آئندہ وہ خیال رکھے معمولی معمولی بات پر غصہ ہونے سے پرہیز کرنا۔

(۳) غیرت میں اعتدال رکھنا اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو خواہ مخواہ بیوی سے بدگمانی کرے اور نہ بالکل اس کی طرف سے غافل ہو جائے۔

بیوی پر شوہر کے تین حقوق

(۱) ہر جائز کام میں خاوند کی اطاعت کرنا، البتہ خلاف شرع اور گناہ کے کام میں معذرت کر دے۔

(۲) کسی کے سامنے اس کی شکایت نہ کرنا۔

(۳)اس کے سامنے زبان درازی اور بدزبانی نہ کرنا۔

صالح بیوی

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہترین عورت وہ ہے کہ جب تم اس کو دیکھو تو خوش ہو اور جب اس کو کوئی حکم دو تو اطاعت کرے اور جب تم غائب ہو تو وہ اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جو عورت اپنے شوہر کی تابعدار اور فرماں بردار ہو اس کے لئے ہوا میں پرندے دریا میں مچھلیاں آسمانوں میں فرشتے اور جنگلوں میں درندے استغفار کرتے ہیں۔

وہ خرچ جن کا حساب نہیں ہوگا

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ چار خرچ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق سوال نہیں کریں گے بشرطیکہ حلال ذرائع سے مال کمایا ہو اور جائز ذرائع میں خرچ کیا ہو(۱)وہ خرچ جو اپنے والدین پر کیا(۲) جو افطار کے لئے کیا(۳) جو سحری کے لئے کیا(۴)اور وہ خرچ جو اپنے اہل وعیال پر کیا(تنبیہ الغافلین ص۵۴۵)

دینار چار طرح کے ہیں

دینار چار طرح کے ہیں(۱)وہ دینار جسے آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگا دے(۲) جو مساکین کو دیدے(۳) جو کسی غلام کی آزادی میں لگے(۴) جو اہل و عیال پر لگ جائے، ان میں سب سے زیادہ اجر والا وہ دینار ہے جو آدمی کے اہل و

عیال پر لگتا ہے (حوالا بالا)

دنیا کی جنت

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے تھے کہ دنیا کی جنت یہ ہے کہ زوجین ایک ہوں اور نیک ہوں، یعنی اگر دو باتیں جمع ہو جائیں کہ دونوں کے درمیان اتحاد اور محبت بھی ہو اور دونوں نیک بھی ہوں تو یہ دنیا کی جنت ہے، اگر ان میں سے ایک چیز بھی مفقود ہو جائیں تو دنیا میں جہنم ہے، اس لئے کہ اس صورت میں دنیا بے کیف اور بے مزہ ہو جاتی ہے، آپس میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تین چیزیں انسان کو دنیا میں حاصل ہو جائیں تو اس کی سعادت کا حصہ ہے، اس کی نیک بختی کی علامت ہے (۱) کشادہ گھر (۲) نیک خاتون (۳) خوشگوار سواری، اگر یہی تین چیزیں خراب ہو جائیں تو پھر یہ شئوم ہیں یعنی پوری زندگی کے لئے نحوست اور وبال ہے، اس حدیث کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ فرمادیا کہ شوہر کو بیوی کا انتخاب کرتے ہوئے اور بیوی کو شوہر کا انتخاب کرتے ہوئے یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے کہ اس میں خدا کا خوف کتنا ہے، اور دین پر چلنے کا جذبہ کتنا ہے کیونکہ اس کے بغیر نکاح کے فوائد حاصل نہیں ہوتے (اصلاحی خطبات ج ۱۱ ص ۷۹، ۸۰)

لم تر للمتحابین مثل النکاح

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''لـــم تـــر

للمتحابين مثل النكاح،،یعنی اگر دو خاندانوں میں آپس میں محبت ہےتو اس محبت کو پختہ کرنے والی نکاح سے زیادہ مؤثر کوئی چیز نہیں،تو نکاح سے اس محبت کو مزید تقویت حاصل ہوتی ہے،لیکن شرط یہ ہے کہ دونوں اللہ تعالی سے ڈرنے والے ہوں،اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کرنے والے ہوں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد نکاح کرنے کا بہت بڑا سبب بھی یہ تھا کہ بہت سے قبائل سے تعلقات منظور تھے،اس لئے آپ نے ان قبائل کی خواتین سے نکاح فرمایا،اس زمانے میں بھی اس کا رواج تھا کہ جن کے درمیان باہمی قریبی تعلقات ہوتے اس تعلق کو نکاح کے ذریعے مزید پختہ بنا دیا جاتا تھا(حوالا بالا)

چار باتیں

جو طالب علم گناہ کرتا ہے اس کی وجہ سے وہ چار قسم کی مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے،سب سے پہلی مصیبت کہ اللہ تعالی اس کو نسیان کے مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں، جہاں عصیان ہوگا وہاں نسیان ہوگا،اسی لئے ایسے طلباء جب تراویح پڑھاتے ہیں تو گاڑی ڈھکہ اسٹارٹ ہوتی ہے کہ باربار پیچھے سے لقمہ دینا پڑتا ہے،اس کا مطلب ہے کہ وہ آنکھ،کان یا دل کسی نہ کسی گناہ میں مبتلا ہے،اکثر طلباء اس میں گرفتار ہوتے ہیں،اس کو امام شافعیؒ نے کہا کہ ’’**شکوت الی وکیع سوء حفظی فاوصانی بترک المعاصی فان العلم نور من الھی ونور اللہ لا یعطی لعاصی**،،اور اگر گناہ ہو تو وہ طوطے کی طرح رٹنے

والی بات ہوتی ہے کہ وہ رٹ رہا ہوتا ہے لیکن زبان سے نیچے کوئی بات نہیں جاتی کسی نے طوطا پالا تھا تو اس کو اللہ اللہ کا لفظ سکھایا لوگ دور دور سے دیکھنے کے لئے آتے کہ طوطا اللہ اللہ کا لفظ بولتا ہے، اس کا مالک غسل خانہ میں نہانے گیا تو اچانک اس نے ٹی، ٹی کی آوازیں سنی وہ باہر آیا تو دیکھا کہ بلی اس کے طوطے کو پکڑ کر لے گئی، اس کو افسوس ہوا اور اپنا یہ واقعہ اللہ والے کو سنایا، تو اللہ والے نے کہا کہ اس کی زبان پر اللہ تھا اس کے دل میں ٹی، ٹی تھا، اور موت کے وقت وہ کچھ نکلتا ہے جو دل میں ہوتا ہے، تو بعض طلباء ایسے ہی ہوتے ہیں ان کی زبان پر اللہ کا قرآن ہوتا ہے اور ان کے دل میں مخلوق کی محبت کی ٹی، ٹی ہوتی ہے بالآخر وہ ٹی، ٹی غالب آجاتی ہے ایسے بچوں کا قرآن بہت کچا ہوتا ہے۔

دوم۔ اللہ تعالی اس کو بیماری میں لگا دیتے ہیں کہ بیٹھے ہے تو اٹھ نہیں سکتے، آنکھوں کے آگے اندھیرا آجاتا ہے، روز بیمار روز کی چھٹی، ہڈیوں کا ڈھانچہ بنے ہوتے ہیں، عین جوانی کے اندر ایسے بندے کو اللہ تعالی بیماری لگا دیتے ہیں، دیکھنے میں نوجوان مگر اندر سے کھوکھلا کبھی تو ڈپریشن کا مرض ہو جاتا ہے پھر ان کو نہ دین اور نہ خدا اچھا لگتا ہے۔

سوم۔ اللہ تعالی اس کو کسی دنیادار بندے کا ماتحت بنا دیتے ہیں، اس کے سامنے اس کو رسوا کرتے ہیں، یوں سمجھے کہ اللہ تعالی اس کو بے قدروں کے حوالے کر دیتے ہیں۔

چہارم۔ اللہ تعالیٰ اس کو ویران بے آباد جگہ پر بٹھا دیتے ہیں، مسجد ہے تو نمازی نہیں، مدرسہ ہے تو شاگرد نہیں۔

علمی زندگی کے بارے میں کچھ سوالات

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے ان کی علمی زندگی کے بارے میں کچھ سوالات کئے گئے تھے، حضرتؒ نے اس کے جو جوابات دیئے تھے اس کا مختصر خلاصہ پیش خدمت ہے۔

فرمایا کہ انسان کا معلم درحقیقت انسان ہی ہوسکتا ہے، کوئی کتاب خود معلم نہیں ہوتی، البتہ تعلیم و تعلم میں معین ضرور ہوتی ہے، اس لئے اصول کی بات یہ ہے کہ جس علم وفن کو حاصل کرنا مقصود ہو اس کا ماہر محقق استاذ تلاش کیا جائے، اور جب وہ مل جائے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت سمجھ کر اس سے اکتساب علم میں مشغول ہو، کسی بھی کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو اسے معلم کی تجویز سے کیا جائے تا کہ وہ اس کی استعداد اور ضرورت پر نظر کر کے اس کے لئے مطالعہ کی کتابیں تجویز کریں، خود رائی سے مختلف کتابوں کا مطالعہ وقت اور محنت بہت لے گا، آج کل مدارس عربیہ میں استاذ کا انتخاب طالب علم خود نہیں کرسکتا تو طالب علم کم از کم ایسے مدرسہ کا انتخاب کرے جہاں وہ کتابیں جو اس کو پڑھنا ہیں ان کے ماہر اساتذہ کے سپرد ہوں، پھر جس استاذ کو اپنے مطلوب فن میں ماہر سمجھے اس سے استفادہ کا سلسلہ قائم کرے خواہ سبق اس کے پاس ہو یا نہ ہو۔

جس کتاب کا مطالعہ کرنا ہو پہلے اس کے مصنف کا حال معلوم کیجئے اور اگر کتاب دینیات سے متعلق ہے تو مصنف کے علمی مقام کے ساتھ اس کی عملی اور اخلاقی زندگی کی بھی تحقیق مناسب ہے کیونکہ تجربہ شاہد ہے کہ علوم دین میں بے عمل آدمی کی تصنیف اور کلام میں وہ اثر نہیں ہوتا جو متقی علماء کی تصانیف میں ہے۔

ہمارے اکابر فرمایا کرتے تھے کہ درس نظامی سے فراغت کا حاصل اتنا ہے کہ اس کے فاضل میں مطالعہ کی ایسی استعداد پیدا ہوگئی کہ استاذ کی مدد کے بغیر بھی مطالعہ کر کے استفادہ کرسکتا ہے، یہ نہیں کہ ضرورت کے سب علوم اور سب معلومات درس نظامی میں پورے حاصل ہو چکے، یہ ایک ایسی بات ہے کہ جو اکثر درس نظامی کے فارغ التحصیل لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں، اور تصوف یعنی اصلاح نفس سے متعلق کتابوں کے مطالعہ کو وظیفۂ زندگی بنائیں جس کے بغیر نہ علم دین کا مقصد حاصل ہوتا ہے، نہ تعلیم وتبلیغ میں برکت پیدا ہوتی ہے (مقالات مفتی اعظم)

در بیان غنیمت دانستن عمر

عمر رامی داں غنیمت ہر نفس   چوں رود دیگر نیاید باز پس

عمر کو ہر دم غنیمت جان ۔جب چلی جاوے پھر دوسری دفعہ واپس نہ آئے گی

ہیچ کس از خود قضا رارد نہ کرد   ہر کہ راضی از قضا شد بد نہ کرد

کسی نے اپنے سے قضا کو رد نہ کیا۔ جو کوئی حکم الہی پر راضی ہوا اس نے برا نہ کیا

نیک و بد چوں ہمی باید مرو   خنک آں کس کہ گوئے نیکی برد

نیک اور برے کو جب مرنا ضروری ہے۔تو اچھا وہ شخص ہے جو نیکی کا گیند لے گیا

برگ عیش بگور خویش فرست   کس نیارد ز پس تو پیش فرست

عیش کا سامان اپنی قبر میں بھیج دے۔ تیرے بعد کوئی شخص نہیں لائے گا تو پہلے ہی بھیج دے

ہر کہ می خواہد کہ ماند در اماں   مہر می باید نہادن بر زباں

جو کوئی امان میں رہنا چاہے۔اس کو زبان پر مہر رکھنا چاہیے

می سزد گر عمر را داری عزیز   چوں رود پیشش نخواہی دید نیز

سزاوار ہے کہ تو عمر کو عزیز رکھے۔ جب چلی جاوے گی پھر آگے اس کو نہیں

دیکھے گا

زباں بریدہ بکنجے نشستہ صم بکم   بہ از کسے کہ نباشد زبانش اندر حکم

جس کی زبان کٹ گئی ہو اور گوشے میں بہرا گونگا بن کر بیٹھا ہو۔ وہ اس شخص سے بہتر ہے جس کی زبان اس کے قبضہ میں ہو۔

بدنظری سے سیری نہیں ہوتی

حضرت تھانویؒ کا ملفوظ ہے کہ بدنظری چاہے کتنی ہی زیادہ کی جائے چاہے ہزاروں عورتوں کو گھورا جائے اور گھنٹوں گھورا جائے سیری نہیں ہوتی، بدنظری ایسی پیاس لگاتی ہے جو کبھی نہیں بجھتی، استسقاء کا مریض اتنا پانی پیئے کہ پیٹ پھٹنے کو آئے تو بھی پیاس ختم نہیں ہوتی، ایک کے بعد ایک کو دیکھتا رہے گا لیکن ہوس پوری نہیں ہوگی، اس دریا میں ساری عمر بہتے رہیں گے تو بھی کنارے پر نہیں پہنچیں گے، اس لئے کہ یہ دریا ناپیدا کنار ہے۔

اَصرف بصرک

حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جو نظر اچانک پڑ جاتی ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ جواباً آپ نے ارشاد فرمایا ''اَصرف بصرک،، نگاہ پھیر لو (مشکوۃ)

بعض اوقات حکیم، ڈاکٹر یا جج کو کسی شرعی عذر کی وجہ سے کسی نامحرم کا چہرہ دیکھنا پڑ جائے تو بقدر ضرورت دیکھنے کے بعد نظر کو فوراً ہٹا لینا چاہیئے۔

ایک نظر معاف ہے

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راہ چلتے، آتے جاتے غیر محرم عورت سامنے آجاتی ہے تو اس کے چہرے پر نظر پڑ جاتی ہے، ایسی صورت حال کے بارے میں حضرت علیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال پوچھا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے علی! ایک مرتبہ نظر پڑ جانے کے بعد پھر دوبارہ نہ دیکھو کیونکہ تمہارے لئے صرف پہلی نظر معاف ہے (مشکوۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ پہلی اچانک نظر معاف ہے، اور اگر کسی وقت پہلی نظر ارادۃً ہی ڈالی گئی تو وہ بھی حرام ہوگی، اور پہلی نظر معاف ہونے کا یہ مطلب بھی نہیں کہ پہلی نظر ہی اتنی بھرپور ہو کہ دوبارہ دیکھنے کی ضرورت ہی نہ رہے، صرف اتنی بات ہے کہ اگر اچانک نظر پڑ گئی تو نظریں فوراً ہٹانے کا حکم ہے۔

بدنظری ام الخبائث کی مانند ہے

انسانی آنکھیں جب بے لگام ہو جاتی ہیں تو اکثر فواحش کی بنیاد بن جاتی ہے، اسی لئے محققین کے نزدیک بدنظری ام الخبائث کی مانند ہے، اسی سوراخ سے فتنے کے چشمے ابلتے ہیں، اور ماحول و معاشرہ میں عریانی و فحاشی کے پھیلنے کا سبب بنتی ہے، اسلام نے اس پر پہرا بٹھادیا، یہ بھی اسلامی تعلیمات کا حسن و جمال ہے کہ ہر مومن کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا، نہ ہی غیر محرم پر نظر پڑے اور نہ ہی شہوت کی آگ بھڑکے، نہ رہے بانس نہ بجے بانسری، عام مشاہدہ ہے کہ جن لوگوں کی نگاہیں بے

قابو ہوتی ہیں ان کے اندر شہوت کی آگ بھڑکتی رہتی ہے حتی کہ انہیں فحاشی کا مرتکب کروا دیتی ہے۔

علمی فائدہ

خطبۂ نکاح میں ان الفاظ کے ساتھ ایک مشہور حدیث پڑھی جاتی ہے ''**النکاح من سنتی، فمن رغب عن سنتی فلیس منی**''، بعینہ یہ الفاظ کتب حدیث میں نہیں ملتے، بخاری شریف میں صرف اتنا ہے ''**فمن رغب عن سنتی فلیس منی**''، امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں ''**النکاح من سنتی، فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی، وتزوجوا فانی مکاثر بکم الامم، ومن کان ذا طول فلینکح، ومن لم یجد فعلیه بالصیام فان الصوم له وجاء**''

اس روایت کی سند میں عیسی بن میمون ایک ضعیف راوی ہے، حافظ ابن حجرؒ نے **التلخیص الحبیر** میں ابن ماجہ کے مذکورۂ بالا الفاظ کے قریب الفاظ نقل کئے ہیں، وہ الفاظ یہ ہیں ''**النکاح سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی**''، اس میں **النکاح سنتی** ہے، لفظ ''من'' نہیں ہے۔ مشہور الفاظ انہوں نے بھی ذکر نہیں کئے، البتہ امام ابو القاسم الرافعی نے ''**النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی**''، کے الفاظ نقل کئے ہیں ''**ھذا الکتاب لیس بموجود لدینا**''، (کشف الباری عما فی صحیح البخاری)

سبق یاد کرنے کے بہترین اوقات

سبق یاد کرنے کے بہترین اوقات تین ہیں(۱)سحری و تہجد کا وقت (۲) نماز فجر کے بعد سے سورج کے طلوع ہونے کا وقت (۳) مغرب وعشاء کا درمیانی وقت۔

قوت حافظہ کے چند اسباب

(۱)ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور بھولنے کی بیماری کی شکایت کی،فرمایا کہ گائے کا دودھ لازم کرلے کیونکہ وہ دل کو بہادر بناتا ہے اور بھولنے کی بیماری کو دور کرتا ہے۔

(۲) قوت حافظہ کی نیت سے زمزم کا پانی نوش کیا جائے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے کہ زمزم کا پانی جس غرض سے پیا جائے حاصل ہوتی ہے،سلف صالحین میں سے متعدد حضرات نے مختلف نیتوں سے زمزم کا پانی نوش کیا اور ہر ایک کو اس کی غرض ونیت حاصل ہوئی۔

(۳) دکتور حسان شمسی پاشا کا قول ہے کہ تازہ مچھلی میں ایسے وٹامنز پائے جاتے ہیں جو دماغ کو قوت بخشتے ہیں۔

(۴) غذا کم مقدار میں استعمال کی جائے کیونکہ بسیار خوری اور بدہضمی سے حافظہ میں ضعف اور افکار میں ڈھیلا پن پیدا ہوجاتا ہے،اسی لئے قدیم مشائخ میں یہ محاورہ معروف رہا ہے کہ ''البطنة تذهب الفطنة،، یعنی پیٹ بھر کھانا ذہانت کو ختم

کر دیتا ہے (تحفہ حفاظ)

ختم القرآن کے معنی

ختم القرآن کے ایک معنی تو یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ قرآن مجید اس بچے نے پورا کرلیا، مکمل کرلیا، جب مکمل ہوگیا تو اب معاذ اللہ کیا قرآن مجید کو الماری کی زینت بنادیا جائے؟ نہیں، بلکہ ختم کے ایک معنی حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ یہ بیان کرتے تھے کہ وظیفہ کے ہیں، اور وظیفہ ہمیشہ کیا جاتا ہے، اور وظیفہ کہتے ہی اس ورد کو ہے جو بیشمار مرتبہ کیا جائے۔

اولاد کی محبت میں اندھے نہیں ہوجایا کرتے

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کا ملفوظ ہے کہ ہمارے خاندان میں عموماً چوتھے یا پانچویں برس بچہ پڑھنے بیٹھ جاتا مگر میں سات برس کی عمر یا اس سے زائد پر بھی پڑھنے نہیں بیٹھا، میری دادی صاحبہ رحمہ اللہ علیہا میرے والد صاحب پر خوب خفا ہوتیں مجھے ان کی خفگی کے الفاظ بھی خوب یاد ہیں کہ یحیی! اولاد کی محبت سب کو ہوا کرے مگر اولاد کی محبت میں اندھے نہیں ہوجایا کرتے۔

سب کی سب قرآن پاک کی حافظہ تھیں

ابن خلکان نے بیان کیا ہے کہ زبیدہ خاتون اہلیہ خلیفہ ہارون الرشید کی سو باندیاں تھیں اور سب کی سب پورے قرآن پاک کی حافظہ تھیں، ان کے علاوہ بعض

باندیاں کو کچھ کچھ حصہ حفظ تھا،اور بعض باندیاں ان پڑھ بھی تھیں،شاہی محل میں حافظہ باندیوں کی تلاوت کی آواز شہد کی مکھی کی بھنک کی طرح سنائی دیا کرتی تھی،اور ہر باندی روزانہ تین پارے باقاعدگی سے تلاوت کرتی تھی (البدایہ والنہایہ ج۱۰)

قرآن کا نور

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ فرماتے ہے کہ ہمارے شیخ حضرت مولانا مدنیؒ نے فرمایا کہ قریبی زمانے میں ایک صاحب حسن الافغانیؒ گزرے ہیں،انہوں نے قرآن مجید پڑھا نہیں تھا،عالم نہیں تھے،مگر عارف اور بندۂ مومن تھے،ایک طالب علم نے قرآن مجید اور اس کی تفسیر بیضاوی شریف کی عبارت دونوں ہم وزن ایک لہجہ میں شروع کردیں،امتحان لینا مقصود تھا،چنانچہ وہ ہر حرف کے سننے میں امتیاز کرتے کہ یہ جملہ قرآن مجید کا ہے یا نہیں؟ بظاہر ایک ہی لہجہ اور ایک ہی قرأت تھی،مگر انہیں اندازہ ہوجاتا کہ یہ جملہ بیضاوی کی عبارت اور یہ جملہ کلام الٰہی ہے،پھر انہوں نے فرمایا قرآن مجید کے الفاظ ادا ہوتے وقت عرش سے اسفل السافلین تک روشنی کی ایک چمک پیدا ہوجاتی ہے جو مجھے محسوس ہوتی ہے اور جب دوسرے الفاظ ادا کئے جاتے ہیں تو وہ روشنی ختم ہوجاتی ہے۔

جب جانا کہ ہم نادان تھے

کیا کہیں دنیا میں ہم انسان یا حیوان تھے
خاک تھے کیا تھے غرض اک آن کے مہمان تھے

کر رہے تھے اپنا قبضہ غیر کی املاک پر
غور سے دیکھا تو ہم بھی سخت بے ایمان تھے

اوروں کی چیزیں دبا رکھنا بڑی سمجھی تھی عقل
چھین لیں جب اس نے جب جانا کہ ہم نادان تھے

اک دن اک استخواں پر پڑا مرا جو پاؤں
کیا کہوں اس دم مجھے غفلت میں کیا کیا دھیان تھے

پاؤں پڑتے ہی غرض اس استخواں نے آہ کی
اور کہا غافل کبھی تو ہم بھی صاحب جان تھے

دست و پا زانو سر و گردن شکم پشت و کمر
دیکھنے کو آنکھیں اور سننے کی خاطر کان تھے

ابرو و بینی جبیں نقش و نگار و خال و خط
لعل و مروارید سے بہتر لب و دندان تھے

رات کو سونے کو کیا کیا نرم و نازک تھے پلنگ
بیٹھنے کو دن کے کیا کیا کوٹھے اور دالان تھے

اک ہی چکر دیا ایسا اجل نے آن کر
جو نہ ہم تھے اور نہ وہ سب عیش کے سامان تھے
ایسی بے دردی سے ہم پر پاؤں مت رکھ اے نظیر
او میاں تری طرح ہم بھی کبھی انسان تھے

بے بنائے تو کسی کے نہیں بنتا کچھ بھی

کھول تو آنکھ ذرا دیکھ تماشا کیا ہے
وہم ہے یا کہ حقیقت ہے یہ دنیا کیا ہے
تو یہ کہتا ہے ہیولی کے یہ سب ہیں دھوکے
پھر ہیولی بھی تو دھوکا ہے یہ دھوکا کیا ہے
پھر کہا تو نے کہ دیکھا نہیں خالق کو کبھی
اک ذرا غور تو کر جی میں تو کہتا کیا ہے
تو نے دیکھا ہے انرجی و ہیولی کو کبھی
پھر جو قائل ہے تو اس کا تجھے سوادا کیا ہے
بے بنائے تو کسی کے نہیں بنتا کچھ بھی
تجربہ ہم کو بتادے کہ بتاتا کیا ہے
مان لے تو کہ نہیں کوئی بنانے والا
پھر قیاس اپنا ذرا دیکھ تو بنتا کیا ہے
اس کا ہونا نہیں واجب تو نہیں کچھ ممکن
پھر اگر کچھ بھی نہیں ہے تو یہ جھگڑا کیا ہے

آج وہ فاتحہ کو ہیں محتاج

کل جو رکھتے تھے اپنے سر پہ تاج
آج وہ فاتحہ کو ہیں محتاج
تھے جو خود سر جہان میں مشہور
خاک میں مل گیا سب ان کا غرور
عطر مٹی کا جو نہ ملتے تھے
نہ کبھی دھوپ میں نکلتے تھے
گردش چرخ سے ہلاک ہوئے
استخواں تک بھی ان کے خاک ہوئے
تاج میں جس کے ٹکتے تھے جوہر
ٹھوکریں کھاتے ہیں وہ کاسہ سر
رشک یوسف جو تھے جہاں میں حسیں
کھا گئے ان کو آسمان و زمیں
ہر گھڑی منقلب زمانہ ہے
یہی دنیا کا کارخانہ ہے
صبح کو طائران خوش الحان
پڑھتے ہیں کل من علیھا فان

فاتحہ سے نہ ہاتھ اٹھانا تم

اب تم اتنی دعا کرو مری جان
کل کی مشکل خدا کرے آسان
اگر آ جائے کچھ طبیعت پر
پڑھنا قرآن مری تربت پر
غنچہ دل مرا کھلا جانا
قل تربت پہ آکے پڑھ جانا
دیکھئے کس طرح پڑے گی کل
سخت ہوتی ہے منزل اول
مرے مرقد پر روز آنا تم
فاتحہ سے نہ ہاتھ اٹھانا تم

نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا

کیا جانے گھڑی کون تھی منحوس وہ ناکام
جس وقت ملا جان سے یہ جسم بد انجام
جب تک رہے دنیا میں رہا غم سے سدا کام
جاتے ہیں عدم کو تو وہاں بھی نہیں آرام
واں حشر کی دہشت سے فراغت نہیں ملتی
تن چھوڑ کے بھی روح کو راحت نہیں ملتی
ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا
یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی

موت

موت سب جگہ موجود ہے وہ ہم کو سب جگہ ملتی ہے، ہر مقام پر ہر بہانے موت موجود ہے، وہ تو ہمیشہ اپنے آنے کی خبر دیتی رہتی ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ میں مروں گا اور مرنے کا کوئی وقت معین نہیں جس کو وہ جانتا ہو، اگر یہ دونوں باتیں معلوم نہ ہوتیں تو بیشک شکایت بجا ہوتی، ہم روزانہ بلکہ ہر وقت اپنی آنکھوں سے امیر و غریب، بچے، بوڑھے، تندرست اور بیماروں کو مرتے دیکھتے ہیں، لیکن پھر بھی غفلت اس قدر اور اعمال ایسے ہیں کہ گویا ہم اس کو بالکل بھول بیٹھے ہیں، قدیم مشرقی بادشاہوں کا مقرر کردہ ایک افسر ہوا کرتا تھا جو ہر صبح کو کسی خاص وقت ان کو موت کی یاد دلایا کرتا تھا، موت کے اکثر یاد رکھنے کا نتیجہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ انسان دنیا کے کاموں کی بے جا ہوس نہیں کرتا اور کسی پر ظلم وتعدی اور جور وستم کرنے سے باز رہتا ہے، جن بادشاہوں نے ساری دنیا کو فتح کرنے کی آرزو یا جن علماء نے دنیا کے کل علوم میں کمال چاہا وہ اگر موت کو یاد رکھتے تو یہ آرزوئے بے جا نہ کرتے ؎

فکر منزل ہو گئی ان کا گزرنا دیکھ کر

زندہ دل میں ہو گیا اوروں کا مرنا دیکھ کر

لیکن انسانوں کا لقمہ بن جاتا

زندگی ایک مسلسل سفر ہے جس کی آخری منزل موت ہے، کسی استاذ نے شاگردوں سے پوچھا کہ بکرے کی ماں نے اس کو جنگل جانے سے منع کیا تھا مگر اس

نے ماں کی بات نہ مانی اور جنگل میں چلا گیا اور شیر کا لقمہ بن گیا، کیا خیال ہے اگر وہ ماں کی بات مان لیتا تو بچ نہ جاتا؟ ایک لڑکے نے جواب دیا جناب! اگر وہ جنگل نہ ہوتا تو شیر سے تو بچ جاتا لیکن انسانوں کا لقمہ بن جاتا۔

ہر شمع اپنے زعم میں یاں برق نور ہے
ہر کنکری کو ہمسری کوہ طور ہے
عالم میں کبر و عجب کا ہر سو ظہور ہے
دنیائے انکسار جو ہے یاں سے دور ہے
ہم کو تو اس جہاں سے شکایت ضرور ہے
دنیا ہے جس کا نام وہ دار الغرور ہے

اتنا کہدے کہ تو ہمارا ہے

محبوب کا ظلم و ستم بھی محبّ کے لئے محبوب ہوتا ہے اور محبت کی قیمت ساری دنیا بھی نہیں بن سکتی۔

ہر جفا ہر ستم گوارا ہے
اتنا کہدے کہ تو ہمارا ہے

جب دنیوی محبت کا یہ حال ہے جو اس دنیا میں ہی ختم ہو جائے گی تو دینی محبت جو قیامت کے بعد بھی قائم رہے گی اس کی قیمت کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟

تو دعا دیتے ہیں

اللہ کے نیک بندے ہمیشہ تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرتے ہیں یعنی

گالیاں دیتا ہے کوئی تو دعا دیتے ہیں
دشمن آجائے تو چادر بھی بچھا دیتے ہیں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کافروں نے طائف کے بازاروں میں کیسا سلوک کیا؟ اور مکے کے کافروں نے کس طرح آپ کو اور آپ کے جاں نثار صحابہ کو تنگ کیا مگر آپ ہمیشہ ان کے لئے اللہ سے یوں دعا کرتے رہے ''**اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون** ''، اے اللہ! میری قوم کو ہدایت عطا فرما کیونکہ یہ جانتے نہیں ہیں۔

وہی زمانہ اب آ رہا ہے

خبر حدیثوں میں جس کی آئی
وہی زمانہ اب آ رہا ہے
زمیں بھی تیور بدل رہی ہے
فلک بھی آنکھیں دکھا رہا ہے
پرائے مال کو اپنا سمجھیں
حرام کو بھی حلال سمجھیں
گناہ کریں اور کمال سمجھیں
بتاؤ دنیا میں کیا رہا ہے
بھائی کا بھائی ہے رہزن
حقیقی بیٹی ہے ماں کی دشمن
پسر نے چھوڑا پدر کا دامن
بہن کو بھائی ستا رہا ہے
ہاتھ باندھے کھڑے ہیں صف میں
سب اپنے اپنے خیال میں ہیں
امام مسجد سے کوئی پوچھے
نماز کس کو پڑھا رہا ہے

الوقت سیف

سبز بادا خاک پاک شافعی
عالمی سر خوش ز تاک شافعی
فکر او کوکب زگردن چیده است
سیف بران وقت را نامیده است
من چه گویم سر این شمسیر چیست
آب او سرمایه دار از زندگیست
صاحبش بالا تر از امید و بیم
دست او بیضا تر از دست کلیم
سنگ از یک ضربت او تر شود
بحر از محرومی نم بر شود
در کف موسی ہمیں شمسیر بود
کار او بالا تر از تدبیر بود
سینہ ای دریائے احمر چاک کرد
قلزومی را خشک مثل خاک کرد
پنچہ ای حیدر کہ خیبر گیر بود
قوت او از ہمیں شمسیر بود

گردش گردوں گرداں دیدنی است
انقلاب روز و شب فہمیدنی است
ای اسیر دوش و فردا در نگر
در دل خود عالم دیگر نگر
در گل خود تخم ظلمت کاشتی
وقت را مثل خطی پنداشتی
باز با پیمانہ ی لیل و نہار
فکر تو پیمود طول روزگار
ساختی ایں رشتہ را زنار دوش
گشتہ ئی مثل بتاں باطل فروش
کیمیا بودی و مشت گل شدی
سر حق زائیدی و باطل شدی
مسلمی آزاد ایں زنار باش
شمع بزم ملت احرار باش
تو کہ از اصل زماں آگہ نہ ئی
از حیات جاوداں آگہ نہ ئی
تا کجا در روز و شب باشی اسیر

رمز وقت ازلی مع اللہ یاد گیر

ایں وآں پیداست از رفتار وقت
زندگی سریست از اسرار وقت

اصل وقت ا ز گردش خورشید نیست
وقت جاوید است و خور جاوید نیست

عیش و غم عاشور و ہم عید است وقت
سر تاب ماہ و خورشید است وقت

وقت را مثل مکان گستر نی
امتیاز دوش و فردا کردہ نی

ای چو بو رم کردہ از بستان خویش
ساختی از دست خود زندان خویش

وقت ما کو اول و آخر ندید
از خیابان ضمیر ما دمید

زندہ از عرفان اصلش زندہ تر
ہستی او از سحر تابندہ تر

زندگی از دہر و دہر از زندگی است
لا تسبوا الدھر فرمان نبی است

نکته ای می گویمت روشن چو در
تا شناسی امتیاز عبد و حر
عبد گردد یاوه در لیل و نهار
در دل حر یاده گردد روزگار
عبد از ایام می بافد کفن
روز و شب را می تند بر خویشتن
مرد حر خود را زگل بر می کند
خویش را بر روزگاران می تند
عبد چوں طایر بدام صبح و شام
لذت پرواز بر جانش حرام
سینہ ی آزادہ ی چابک نفس
طایر ایام را گردد قفس
عبد را تحصیل حاصل فطرت است
واردات جان اوبی ندرت است
از گران خیزی مقام او جان
نالہ ہای صبح و شام او جان
دمبدم نو آفرینی کار حر

نغمه پیهم تازه ریزد تار حر
فطرتش زحمت کش تکرار نیست
جاده ی او حلقه ی پرگار نیست
عبد را ایام زنجیر است و بس
بر لب او حرف تقدیر است و بس
همت حر با قضا گردد مشیر
حادثات از دست او صورت پذیر
رفته و آینده در موجود او
دیرہا آسوده اندر زود او
آمد از صورت و صدا پاک این سخن
در نمی آید به ادراک این سخن
گفتم و حرفم ز معنی شرمسار
شکوه ی معنی که با حرفم چه کار
زنده معنی چوں به حرف آمد بمرد
از نفس های تو نار او فسرد
نکته ی غیب و حضور اندر دل است
رمز ایام و مرور اندر دل است

نغمہ ی خاموش دارد ساز وقت
غوطہ در دل زن کہ بینی راز وقت
یاد ایامی کہ سیف روزگار
با توانا دستی ما بود یار
تخم دیں در کشت دلہا کاشتیم
پردہ از رخسار حق برداشتیم
ناخن ما عقدہ ی دنیا گشاد
بخت ایں خاک از سجود ما گشاد
از غم حق بادہ ی گلگون زدیم
بر کہن میخانہ ہا شبخون زدیم
ای می دیرینہ در مینای تو
شیشہ آب از گرمی صہبای تو
از غرور و نخوت و کبر و منی
طعنہ بر ناداری ما میزنی
جام ما ہم زیب محفل بودہ است
سینہ ی ما صاحب دل بودہ است
عصر نو از جلوہ ہا آراستہ

از غبار پای ما برخاسته
کشت حق سیراب گشت از خون ما
حق پرستان جهان ممنون ما
عالم از ما صاحب تکبیر شد
از گل ما کعبه ها تعمیر شد
حرف اقرأ حق بما تعلیم کرد
رزق خویش از دست ما تقسیم کرد
گرچه رفت از دست ما تاج و نگیں
ما گدایان را بچشم کم مبین
در نگاه تو زیان کاریم ما
کهنه پنداریم ما خواریم ما
اعتبار از لااله داریم ما
هر دو عالم را نگه داریم ما
از غم امروز و فردا رسته ایم
با کسی عهد محبت بسته ایم
در دل حق سر مکنونیم ما
وارث موسی و هارونیم ما

مہر و مہ روشن ز تاب ما ہنوز

برقہا دارد سحاب ما ہنوز

ذات ما آئینہ ذات حق است

ہستی مسلم ز آیات حق است

مفہوم۔امام شافعیؒ کی خاک پاک سبز ہو یعنی رحمت کی بارش سے ان کی تربت ٹھنڈی رہے،ایک دنیا امام موصوف کے انگور کا رس پی کر مست و سرخوش ہے۔

ان کی فکر نے آسمان کے تارے توڑے ہیں،انہوں نے وقت کو کاٹنے والی تلوار قرار دیا۔

میں کیا بتاؤں کہ اس تلوار کی حقیقت (بھید) کیا ہے،اس (تلوار) کی دھار زندگی سے مالا مال ہے۔

جس کے قبضے میں یہ تلوار ہے وہ امید و بیم سے اوپر نکل جاتا ہے،اس کا ہاتھ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے ہاتھ سے بھی زیادہ روشن ہو جاتا ہے۔

اس کی ایک ضرب سے پتھر چشمے کی صورت میں پھوٹ پڑتا ہے،اور سمندر (دریائے نیل) نمی یعنی پانی سے محروم ہو کر خشکی کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ کے ہاتھ میں یہی تلوار تھی،ان کا معاملہ تدبیر سے بہت آگے تھا۔

انہوں نے بحر احمر (مراد دریائے نیل) کا سینہ چاک کر ڈالا اور سمندر کو زمین کی طرح خشک کر ڈالا (اس میں سے پیدل چلنے کا راستہ نکال لیا)

وہ جو حیدر (حضرت علی) کا ہاتھ فاتح خیبر تھا تو ان کی قوت کے پیچھے بھی یہی تلوار تھی۔

گردش کرنے والے آسمان کی گردش دیکھنے کے لائق ہے، رات دن کے انقلابات کی حیثیت پوری طرح سمجھنی چاہئے۔

اے مخاطب! تو گزری ہوئی کل اور آنے والی کل کے چکر میں پڑا ہوا ہے، ذرا غور و فکر سے کام لے اپنے دل میں ایک اور ہی نئی دنیا کا تماشہ کر۔

تو نے اپنی مٹی (خمیر) میں تاریکی کا بیج بولیا تو نے وقت کو ایک لکیر کی طرح سمجھ لیا۔

پھر شب و روز کے پیمانے سے تیرے فکر نے زمانے کی لمبائی کو ناپا۔

تو نے اس دھاگے کو اپنے کندھے کی زنار بنالیا (جس کے نتیجے میں) اور بتوں کی طرح باطل فروشی شروع کر دی ہے۔

تو اکسیر تھا لیکن اب مٹی کا ڈھیر ہو کے رہ گیا تو نے حق کے بھید کو ظاہر کیا اور پھر باطل بن گیا۔

کیا تو مسلمان ہے اس زنار سے آزاد ہو جا آزاد لوگوں کی ملت بزم کی شمع بن جا۔

تجھے تو زمان کی اصل کی خبر ہی نہیں ہے تو حیات دوام سے واقف ہی نہیں۔

تو کب تک اس دن اور رات کے چکر میں سرگردان رہے گا ذرا لی مع اللہ (اللہ میرے ساتھ) سے وقت کی حقیقت پر غور کر اور سمجھ۔

یہ اور وہ (دن اور رات) وقت کی گردش کا کرشمہ ہے بلکہ زندگی وقت کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے۔

وقت کی اصل سورج کی گردش سے وابستہ نہیں ہے وقت تو جاودانی ہے ہاں سورج فانی ہے وہ ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔

وقت عیش بھی ہے اور غم بھی (دوسرے لفظوں میں) عاشورہ یعنی ماتم اور عید (خوشی) بھی ہے، وقت سورج اور چاند کی روشنی کا راز بھی ہے۔

تو نے وقت کو بھی مکاں ہی کی طرح پھیلی ہوئی چیز قرار دے دیا ہے، تو نے دوش و فردا میں امتیاز کیا ہے۔

اے بے خبر! تو اپنے باغ سے خوشبو بن کر اڑ گیا تو نے خود اپنے ہی ہاتھوں اپنا قید خانہ تیار کر لیا۔

ہمارا وقت جس نے اول و آخر (آغاز و انجام) نہیں دیکھا یہ ہمارے ضمیر کی کیاری سے اگتا ہے۔

جو زندہ ہے وہ اسے (وقت) کی حقیقت کا پتہ چل جائے تو زندہ تر ہو گیا

اس کا وجود زندگی کی صبح سے بھی زیادہ منور و درخشاں ہو گیا۔

زندگی دہر سے اور دہر زندگی سے ہے، رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ دہر یعنی زمانے کو برا مت کہو۔

میں تجھے موتی کی طرح درخشاں (روشن) ایک گہری بات بتانا چاہتا ہوں تاکہ تو غلام اور آزاد کے درمیان تمیز کر سکے۔

غلام شب و روز کے چکر میں گم ہو جاتا ہے جبکہ آزاد کے ضمیر میں زمانہ اپنی اہمیت کھو بیٹھتا ہے (اس میں گم ہو جاتا ہے)

غلام ایام (زمانے) سے اپنا کفن بنتا ہے (تیار کرتا ہے) وہ روز و شب کو اپنے آپ پر تن لیتا ہے (حاوی کر لیتا ہے)

آزاد مرد خود کو مٹی سے باہر نکال لیتا ہے وہ خود کو زمانوں پر تن لیتا ہے۔

غلام پرندے کی مانند صبح اور شام کے جال میں گرفتار رہتا ہے، اس کی جان نے لذت پرواز اپنے آپ پر حرام کر رکھی ہے۔

ایک تیز سانس لینے والے آزاد کا سینہ زمانے کے پرندے کے لئے پنجرا بن جاتا ہے۔

غلام کی فطرت لی ہوئی چیز کے حصول پر قائم رہتی ہے (جو کچھ میسر ہے اسی پر قناعت کرتا ہے) اس کی جان و دل پر گذرنے والی کیفیات انوکھے پن اور جدت سے عاری ہے۔

وہ کاہلی اور سستی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا اس کے لئے دوبھر ہوجاتا ہے،وہ اسی جگہ پر کھڑا ہے وہ صبح و شام ایک ہی رنگ کی آہ و فغاں کرتا رہتا ہے۔

آزاد ہر وقت نئ چیزیں پیدا کرتا ہے،اس کے ساز سے برابر تازہ نغمے نکلتے رہتے ہیں۔

اس کی سرشت کسی چیز کو بار بار کرنے کی تکلیف نہیں اٹھاتی،اس کا راستہ پرکار کا حلقہ یا دائرہ نہیں ہے(کہ گھوم پھر کر ایک ہی جگہ واپس آجائے)

(اس کے برعکس) غلام کی یہ حالت ہے کہ وہ محض وقت کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے،اس کے لب پر تقدیر ہی کا لفظ رہتا ہے اور بس (جو کچھ پیش آتا ہے اسی کو وہ تقدیر مان لیتا ہے)

آزاد مرد کی ہمت قضا وقدر کی مشیر بن جاتی ہے،اس کے ہاتھوں سے نئے نئے وقوعات جنم لیتے ہیں۔

ماضی اور مستقبل اس میں موجود ہوتے ہیں،دیریاں اس کی جلدی میں آرام کرتی ہیں۔

اس بات (موضوع) کے لئے آواز درکار نہیں ہے،یہ بات فہم وشعور اور عقل سے ماورا ہے (سمجھ میں نہیں آتی)

میں نے بات تو کردی لیکن معنی میرے الفاظ سے شرمسار ہیں معنی کو یہ

شکایت ہے کہ مجھے الفاظ سے کیا واسطہ۔

جب زندہ معنی الفاظ میں بیان کئے جائیں تو وہ مر جاتا ہے، تیرے سانس اس کی آگ بجھا دیتے ہیں۔

حضور غائب کا نکتہ دل کے اندر ہے، ایام اور مرور (زمانے اور گزرنے کی صورت حال) کی حقیقت دل میں ہے۔

وقت کے ساز کا نغمہ بے آواز ہے یعنی حواس کے ذریعے سے سنا نہیں جا سکتا البتہ تو دل میں غوطہ لگا تا کہ وقت کا راز تجھ پر آشکارا ہو جائے۔

کبھی وہ دور بھی تھا جب زمانے کی تلوار ہمارے قومی بازو کی رفیق بنی ہوئی تھی۔

ہم نے اپنے دلوں میں کھیتی میں دین کا بیج بو رکھا تھا ہم نے حقیقت کے چہرے سے پردہ اٹھا دیا۔

ہمارے ناخن نے دنیا کی الجھن کو سلجھایا تھا، اس زمین کا نصیبہ ہمارے سجدوں کے باعث چمک اٹھا۔

ہم نے حق کے مٹکے سے گلاب جیسی شراب پی، ہم نے پرانے شراب خانوں پر شبخون مارا (ہم نے تمام پرانے نظریات و تصورات کو ختم کر کے رکھ دیا)

اے مغرب والو! صراحی میں پرانی شراب (ہمارے علوم و فنون) موجود ہے، شیشہ تیری شراب کی حرارت سے پگھلا جا رہا ہے۔

تو گھمنڈ، تکبر غرور اور انا کے باعث ہماری مفلسی (علوم وحکمت وفنون سے محرومی) پر طعنہ مارتا ہے۔

کبھی ہمارا جام بھی مجلس کی زینت تھا، ہمارا سینہ بھی کبھی صاحب دل رہا ہے۔

یہ جو جدید دور (اپنے سائنسی علوم) کے جلوؤں سے آراستہ ہے تو یہ سب ہمارے پاؤں کی گرد یا غبار سے نکلے ہیں۔

حق کی کھیتی ہمارے خون سے سرسبز وشاداب ہوئی اور دنیا بھر کے حق پرست ہمارے ممنون ہیں۔

دنیا کو ہم نے تکبیر سکھائی، ہماری مٹی سے یعنی ہمارے ہی دم سے کبھی کعبہ کی تعمیر ہوئی (اسلام کی روشنی پھیلی)

اللہ تعالی نے ہمیں اقرأ کے لفظ کی تعلیم دی تھی اس نے اپنا رزق ہمارے ہاتھوں سے تقسیم کرایا تھا۔

اگرچہ ہم سے تاج ونگیں (اقتدار) چھین گیا ہے تاہم تو ہم فقیروں کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھ۔

تیری نظروں میں تو ہم گھاٹے کا سودا کرنے والے ہیں، رجعت پسند (دقیانوسی) ہیں اور ذلیل وخوار ہیں۔

کیا کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ لا الہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) ہی سے

ہماری عزت وآبرو ہے، ہم دونوں جہانوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

ہم حال اور مستقبل کے غم سے نجات پائے ہوئے ہیں (کوئی فکر نہیں) ہم نے کسی (مراد رسول اللہ) کے ساتھ محبت کا عہد کر رکھا ہے۔

ہم خدا کے دل کا چھپا ہوا بھید ہیں، ہم حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے ترکے کے وارث ہیں۔

سورج اور چاند ابھی تک ہماری تب وتاب سے روشن ہیں، ابھی تک ہمارے بادل میں بجلیاں موجود ہیں۔

ہمارا وجود خدا کے وجود کا آئینہ ہے، مسلمان کا وجود خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

بازار میں باتیں کرنا آداب شرفاء نہیں

میر تقی میر آصف الدولہ کے ہاں ملازم ہو گئے تھے، کبھی کبھی نواب کی ملازمت میں جاتے تھے، نواب نے ایک دن میر تقی میر سے غزل کی فرمائش کی، دوسرے تیسرے روز جو پھر گئے تو پوچھا کہ میر صاحب! ہماری غزل لائے، میر نے تیوری بدل کر کہا، جناب عالی! مضمون غلام کی جیب میں تو بھرے ہے نہیں کہ کل آپ نے فرمائش کی آج غزل حاضر کر دے، اس فرشتہ خصال نے کہا، خیر میر صاحب! جب طبیعت حاضر ہوگی کہہ دیجئے گا، ایک دن نواب نے بلا بھیجا، جب پہنچے تو دیکھا کہ نواب صاحب حوض کے کنارے کھڑے ہیں، ہاتھ میں چھڑی ہے

پانی میں لال، سبز مچھلیاں تیرتی پھرتی ہیں، آپ تماشا دیکھ رہے ہیں، میر صاحب کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا میر صاحب! کچھ فرمائیے، میر نے غزل سنانی شروع کی، نواب صاحب سنتے جاتے تھے اور چھڑی کے ساتھ مچھلیوں سے بھی کھیلتے جاتے تھے، میر چیں بجبیں ہوئے اور ہر شعر پر ٹھہر جاتے تھے، نواب صاحب کہے جاتے تھے کہ ہاں پڑھئے، آخر چار شعر پڑھ کر میر ٹھہر گئے، اور بولے کہ پڑھوں کیا آپ مچھلیوں سے کھیلتے ہیں، متوجہ ہوں تو پڑھوں، نواب نے کہا جو شعر ہوگا آپ متوجہ کرلے گا، میر کو یہ بات ناگوار گذری، غزل جیب میں ڈال کر گھر چلے آئے اور پھر نواب صاحب کی خدمت میں جانا چھوڑ دیا، چند روز کے بعد ایک دن بازار میں چلے جاتے تھے نواب کی سواری سامنے سے آگئی، دیکھتے ہی نہایت محبت سے بولے کہ میر صاحب آپ نے بالکل ہی ہمیں چھوڑ دیا، کبھی تشریف بھی نہیں لاتے، میر نے کہا بازار میں باتیں کرنا آداب شرفاء نہیں، یہ کیا گفتگو کا موقع ہے، اور گفتگو نہیں کی۔

سود کی رقم سے اپنا باتھ روم یا سڑک بنوا سکتے ہیں؟

سوال۔ بینک میں جو رقم جمع کرتا ہوں اور ایک مدت کے بعد زیادہ ملے تو اس رقم سے اپنا باتھ روم یا سڑک بنوا سکتا ہوں؟

جواب۔ نہیں بنوا سکتے، اس لئے کہ بینک سے ملنے والی سودی رقم کا حکم یہ ہے کہ وہاں سے نکال کر وبال سے بچنے کی نیت کرکے غرباء فقراء، مساکین محتاجوں

کو بلا نیت ثواب دیدی جائے (فتاوی دار العلوم دیوبند،آن لائن ویب سائٹ، جواب نمبر ۱۶۸۶۱۵)

ان میں مالک بنانے کی صورت نہیں پائی جاتی

حضرات فقہاء کرام نے مال حرام مثلاً بینک کے سود کے دو مصرف بتائے ہیں،ایک یہ کہ مال حرام جہاں سے آیا ہے وہیں واپس کر دیا جائے،لیکن اس اصول کو اختیار کرنے کی صورت میں سودی رقم کو اغیار اسلام دشمنی کے کاموں میں لگا دیتے ہیں،اس لئے دوسرے مصرف میں یہ رقم صرف کی جائے،یعنی مال حرام کے وبال سے بچنے کے لئے بلا نیت ثواب بہت زیادہ غریب ومحتاج، پریشان حال مقروض یا لٹے پٹے لوگوں پر صدقہ کردی جائے،خود اپنے یا مسجد کے بیت الخلاء کی تعمیر میں،اسی طرح اپنے یا مسجد وعیدگاہ کے مقدمہ میں، یا پھر رفاہ عام کے کاموں میں خرچ کرنا جائز نہیں،راجح قول یہی ہے،کیونکہ مال حرام غریبوں پر تصدق واجب ہے،اور تصدق میں کسی غریب کو دے کر اسے مالک بنانا ضروری ہوتا ہے،رفاہ عام کے کاموں میں خرچ کرنے کی صورت میں مالک بنانے کی صورت نہیں پائی جاتی (فتاوی بنوریہ،آن لائن ویب سائٹ)

عجیب لوگ ہیں

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ کا ملفوظ ہے،فرمایا کہ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ نے جب حضرت تھانویؒ سے رجوع کیا تو ان کے بہت سے غالی

معتقدین کو ناگوار ہوا اور سید صاحب سے احتجاج کیا کہ ہماری جماعت کی ایک طرح سبکی ہوئی کہ ہم نے آپ کو بڑا بنایا تھا، گویا آپ شیخ الکل تھے اور ہر چیز میں آپ امام کا درجہ رکھتے تھے اور آپ نے دوسرے کا دامن پکڑ لیا، تو اس سے ہمارے خفت ہوئی، اس پر ایک دن سید صاحب نے فرمایا کہ یہ عجیب لوگ ہیں، ایک طرف تو میرے معتقد بنتے ہیں دوسری طرف مجھ ہی پر اعتماد نہیں کرتے، یعنی میں اپنا فائدہ سمجھ کر وہاں گیا تو ان کو اس سے اختلاف ہے، گویا میرے استاذ بن کر مجھے مشورہ دیتے ہیں کہ آپ کہاں چلے گئے؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ میں ان سے پوچھ کر وہاں جاتا میں تو اپنا فائدہ اس میں دیکھتا ہوں اور آپ کی خاطر وہاں نہ جاؤں گویا اس دولت سے محروم رہوں۔

علم کتاب وعلم لدنی میں فرق ہے

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ کا ملفوظ ہے، فرمایا کہ میں کہا کرتا ہوں اور اس میں تنہا نہیں ہوں کہ آج کل کے علماء کے وعظ میں میرا جی نہیں لگتا، جلسے کی تحقیر اور علماء کی تنقیص نہیں کرتا اور اس کے فائدہ کا بھی انکار نہیں، لیکن خدا جانے کیا بات ہے؟ بیماری ہی سمجھ لیجئے کہ میرا جی نہیں لگتا، ہمارا جی تو بس ایسے وعظ میں لگتا ہے جس میں خالص اللہ اور اس کے رسول کی بات پرانے انداز سے کہی جائے، اور جنت ودوزخ کا تذکرہ کیا جائے، چنانچہ جب یہ حضرات تقریر کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ یہ کتابی علم ہے، نہ کتابوں کی باتیں ہیں بلکہ یہ علمی

باتیں ہیں، سیدھی سادی دین کی باتیں اور ایسے انداز سے کہی جاتی ہیں کہ ہم کو بھی اس سے فائدہ ہوتا ہے۔

اللہ کے بندوں نے لیکن اس راہ پہ چلنا چھوڑ دیا

اللہ کی راہ اب تک ہے کھلی آثار ونشاں سب قائم ہیں
اللہ کے بندوں نے لیکن اس راہ پہ چلنا چھوڑ دیا (اکبرالہ آبادیؒ)

اکبرالہ آبادی مرحوم فرماتے ہیں کہ قرآن کریم وہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وہی، احکام شرعیہ سب وہی اور ان پر اللہ تعالی کے جو وعدے ہیں سب برحق، لیکن ہمارے اور ان کے درمیان جو رشتہ ہونا چاہئے تھا اعتقاد کا، یقین کا، بھروسے اور شوق کا وہ ٹوٹ چکا ہے، اسی کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

جنت الحلال وجہنم الحرام کہنا جائز ہے یانہیں؟

سوال۔ کیا سلام میں **جنت الحلال و جهنم الحرام** کہنا جائز ہے یانہیں؟

جواب۔ سلام کے مسنون الفاظ ”**السلام علیم ورحمة الله وبركاته**“ ہیں ان الفاظ میں اضافہ کرکے ”**جنت الحلال و جهنم الحرام**“ وغیرہ کہنا درست نہیں۔ مؤطا امام مالک میں ہے

اخبرنا مالک اخبرنا ابو نعیم وهب بن کیسان عن محمد

بن عمرو بن عطاء قال كنت جالساً عند عبد الله بن عباسؓ فدخل عليه رجل يمانى فقال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته،ثم زاد شيئا مع ذلك ايضاً قال ابن عباسؓ من هذا؟وهو يومئذ قد ذهب بصره قالوا،هذا اليمانى الذى يغشاك،فعرفوه اياه حتى عرفه،قال ابن عباس ان السلام انتهى الى البركة.

ترجمہ۔عمرو بن عطا فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک یمنی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا ''السلام علیکم ورحمة الله وبركاته،، پھر اس کے ساتھ کچھ اضافہ کیا،حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یہ کون ہے؟ جبکہ ان دنوں آپ کی بینائی چلی گئی تھی (اس لئے پہچان نہ سکے) تو مجلس والوں نے کہا، یہ وہ یمنی ہے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا ہے،حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا بیشک سلام ''بركة،، پر ختم ہوتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے اس طرح سلام کیا ''السلام اعليكم ورحمة الله وبركاته ومغفرته ،،اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ''عليك الفا كانه كره ذلك ،، تجھ پر ہزاروں آپ نے یہ الفاظ اظہار ناپسندیدگی کے طور پر فرمائے۔

نوٹ۔شیخ البانی پہلے سلام میں وبرکاتہ پر ومغفرتہ کے اضافہ کے قائل تھے بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کرلیا تھا۔

سورج کو بھی چراغ کہا ہے

ہمارا سورج زمین سے نو (۹) کروڑ تیس لاکھ میل کے فاصلے پر نصب کردہ ایک عظیم پاور ہاؤس ہے، اس کا اپنا ایک نظام ہے، جسے نظام شمسی کہتے ہیں، اللہ نے نظام شمشی میں سورج کو صدر کی حیثیت دے رکھی ہے، اللہ تعالی کی صناعی اور کاریگری دیکھئے کہ اتنا بڑا سورج صرف ایک چراغ کی حیثیت رکھتا ہے، چنانچہ سورۂ نوح میں اسے چراغ (سراج) ہی کا نام دیا گیا ہے، فرمایا کہ "**الم ترو کیف خلق الله سبع سموت طباقا، وجعل القمر فیهن نورا وجعل الشمس سراجا**"، ترجمہ۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے ایک دوسرے کے اوپر سات آسمان بنائے؟ اوران میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ بنایا۔

حیرت میں سب کو ڈالنے والا ہے وہ (یعنی اللہ)

انسان کی نفسیاتی کیفیت کا اس کے جسمانی نظام پر بھی انتہائی حیران کن اثر مرتب ہوتا ہے، مثال کے طور پر اچانک کسی وجہ سے اگر کسی پر خوف طاری ہوجائے تو گردوں کے سرے پر موجود دو غدودوں سے ایڈرے ٹیلن نام کا ایک رس کثرت اور تیزی سے پیدا ہونا شروع ہوجاتا ہے، یہ رس خون میں شامل ہوکر پورے جسم میں پھیل جاتا ہے اور جسم کو اس کے مناسب مقابلے کے لئے تیار کرتا ہے، اس کے ساتھ جسم کے بعض وہ افعال جن کی ضرورت نہیں خود بخود معطل ہوجاتے ہیں، اوران کی طرف جانے والا خون بھی اعضائے رئیسہ کی جانب رواں

ہوجاتا ہے،اس حالت میں نظام انہضام بھی موقوف ہوجاتا ہے اور جلد کی جانب خون پہنچانے والی رگیں بھی بند ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے جلد پیلی پڑ جاتی ہے،اسی جوش کی وجہ سے جگر سے شکر کے ذخیرے حرکت میں آکر خون کوزیادہ توانا بنادیتے ہیں، سانس اور نبض تیز ہوجاتی ہے،خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے اور خون میں جمنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے تاکہ چوٹ لگنے کی صورت میں خون زیادہ ضائع نہ ہو،اور یہ ساری تبدیلیاں چندلمحات میں واقع ہوجاتی ہیں جبکہ خوف دور ہوجانے کی صورت میں جسم دوبارہ اپنے معمول کی حالت میں واپس آکر اپنے کام شروع کر دیتا ہے، یہ مثال نظام قدرت کی کرشمہ کاریوں کی ہلکی سی جھلک ہے،اگر ہم صرف اپنے نظام جسم پرغور کریں تو اللہ تعالی کی بے پایاں عظمت وشان نظرآتی ہے۔

حیران کن حقائق

انسانی دماغ میں پچیس (۲۵) ارب سے زیادہ نیورون ہوتے ہیں، یہ اپنا کام ہمہ وقت کرتے ہیں حتی کہ نیند کے دوران بھی ان کا کام اس طرح جاری رہتا ہے، ساری دنیا کا ٹیلیفون نظام بھی اس کے برابر کام نہیں کرتا، ذرا آگے بڑھیے اور قلب کو دیکھیئے، جوخود چھوٹا سا ہوتا ہے اندازاً نصف پونڈ کے برابر لیکن اس میں دو پمپ ہوتے ہیں، ایک پھیپھڑوں کوخون کی ترسیل کے لئے تاکہ وہاں سے آکسیجن جذب کر سکے، دوسرا اس صاف شدہ خون کو سارے بدن میں دوڑانے کے لئے ،ایک آدمی کی اوسط زندگی میں دل تین لاکھ ٹن خون پمپ کرتا ہے اور اس پر

مستزاد یہ کہ اپنی بجلی بھی خود ہی پیدا کرتا ہے، ایک آدمی ستر سال زندہ رہے تو دل چار کھرب دفعہ دھڑکتا ہے۔

اسی طرح ایک آدمی کی اوسط زندگی میں پھیپھڑے کئی کروڑ مرتبہ پھولتے اور سکڑتے ہیں، انسان کی بنائی ہوئی کوئی مشین نہ ایسی مشقت برداشت کرسکتی ہے اور نہ ہی بغیر مرمت اتنے لمبے عرصے تک اپنا کام جاری رکھ سکتی ہے، علی ھذا القیاس انسانی آنکھ میں ایک کھرب سے زیادہ روشنی قبول کرنے والے ریشے ہوتے ہیں۔

چار اہم رگیں

انسانی دل میں چار اہم رگیں ہوتی ہیں، جنہیں دل کی شریانیں بھی کہا جاتا ہے، یہ رگیں دل سے خون کو جسم کے مختلف حصوں تک لے جاتی ہیں اور جسم سے دل کی طرف واپس لاتی ہیں۔

دو شریانیں arteries یہ دل سے صاف خون کو جسم کے مختلف حصوں تک لے جاتی ہیں پھیپھڑوں سے آنے والا خون دل کے بائیں حصے میں داخل ہوتا ہے اور پھر بائیں بطن سے ایک بڑی شریان aorta کے ذریعے پورے جسم میں پمپ کیا جاتا ہے۔

دو رگیں veins یہ جسم میں گندہ خون (جس میں آکسیجن کم ہوتی ہے) دل کے دائیں حصے میں واپس لاتی ہیں، دائیں بطن سے یہ خون پھیپھڑوں کی طرف جاتا ہے تاکہ آکسیجن حاصل کرسکے۔

بس یہی اصول آخرت کے بارے میں سمجھنے کی ضرورت ہے

دوربین کے ذریعے دور کی چیز کو دیکھنا ممکن ہو جاتا ہے، جو عام آدمی کی حد نگاہ سے دور ہوتی ہے، مائیکرواسکوپ کے ذریعے ان جانداروں کا دیکھنا ممکن ہے جن کے وجود کا ہمیں احساس تک نہیں ہوتا، کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ جب ہمارے محسوس نہ کرنے سے کسی چیز کا معدوم ہونا لازم نہیں آتا، بس یہی اصول آخرت کے بارے میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔

بجلی کے وجود کا انکار نہیں کیا جا سکتا مگر اسے دیکھا بھی نہیں جا سکتا یہ معاملہ بھی عقیدہ آخرت کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

ہوا، پانی، بارش، بجلی، درجہ حرارت، بخار سمیت سینکڑوں اشیاء ایسی ہیں جنہیں ماپا تولا جا سکتا ہے ان سب کو تسلیم کرتے ہوئے آخرت کے وزن اعمال کو خلاف عقل سمجھنا یا خلاف سائنس سمجھنا کہاں کی دانشمندی ہے؟

موبائل، انٹرنیٹ نے دنیا کو گلوبل ویلیج بنا دیا ہے، دنیا کے ایک کونے میں بیٹھ کر دوسرے کونے کی مکمل خبر گیری ممکن ہے، جسے کچھ عرصہ قبل تک عقل قطعاً تسلیم کرنے کو تیار نہ تھی، دنیا کا یہ سکڑ جانا کیا ہماری عقلوں کو دستک دینے کے لئے کافی نہیں کہ جب دنیا میں ایک کونے کی ڈیٹا دوسرے کونے میں منتقل ہونا ممکن ہے، تو قیامت کے دن دنیا کی تمام تر خبریں منتقل ہونا کیونکر ممکن نہیں اور ان کا حساب و کتاب کیونکر ممکن نہیں۔

مصنوعی ذہانت(artifical inteligence)۱۹۵۶ء سے پہلے تک اسے کوئی جانتا تک نہ تھا اب اس سے وہ کام لئے جارہے ہیں جو انسان کے کرنے کے ہیں، جس کی ایک شکل روبورٹ ہے، جس سے سرجری تک کے کام لئے جارہے ہیں، بعض پیشین گوئیاں کرنے والے یہ پیشین گوئی تو کرتے ہیں کہ ۲۰۲۹ء تک مشینیں انسانی سطح جیسی مصنوعی ذہانت کے حصول میں کامیابی ممکن ہے، لیکن اس قسم کی نشانیوں سے یہ بات بھی تو سمجھنے کی ہے کہ جس طرح آرٹی فیشل اینٹیلی جنس نامی مشینوں سے آج بہت کچھ ممکن ہے، تو اللہ تعالی نے بھی فرشتوں کی صورت میں اسپیشل انٹیلی جنس رکھی جو آخرت کے لئے نامہ اعمال تیار کررہی ہے، یہ بات نا قابل فہم کیونکر ہے، بلکہ حیرت ہوتی ہے اس دور کے سائنسدانوں پر جو آرٹی فیشل انٹیلی جنس کو انسانیت کے لئے خطرہ سمجھتے ہیں، اس کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ انسان نے ایک بار مصنوعی ذہانت تشکیل دے دی تو پھر وہ خود بخود اپنے آپ میں بہتری لاتی جائے گی، وہ خود کو زیادہ سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ ری ڈیزائن کرتی چلی جائے گی، ان کا مزید کہنا ہے کہ انسان اپنے سست حیاتیاتی ارتقاء کے باعث اس کا مقابلہ نہیں کرسکے گا اور نتیجۃً مصنوعی ذہانت انسانی ذہانت سے کہیں آگے نکل جائے گی، کس قدر قابل حیرت بات ہے اس artifical inteligence پر اس قدر اعتماد و یقین اور کائنات کے بنانے والے رب العالمین اور کاریگر پر کوئی یقین نہیں۔

بی بی سی کے مطابق موبائل کے ذریعے گوگل صارف کی معلومات حاصل کرلیتا ہےاس کے لئے خواہ لوکیشن سیٹینگ آف ہواور خواہ موبائل میں سم نہ ہو۔

اس سے ہمارا عقیدۂ آخرت اور مضبوط ہوجاتا ہے کہ جب دنیامیں یہ سب ممکن ہےتو اللہ تعالی بالاولی قیامت کے دن ہمارے نامہ اعمال کے جمع پر قادر ہے۔

دنیا بھر سے مختلف مما لک خلا میں سیٹلائٹ بھیج رہے ہیں تاحال یہ سلسلے جاری ہیں،ان سیٹیلائٹ کے ذریعے شہری منصوبہ بندی،دیہی وسائل اور انفراسٹرکچر میں پیش رفت اور ساحلی زمین کے استعمال سمیت مختلف امور میں مدد حاصل کی جاتی ہے،اس سے بھی یہ بات سمجھ آجانی چاہیئے کہ جب دنیامیں اس حدتک نگرانی کے وسائل دستیاب ہیں اور خفیہ نگرانی ممکن ہےتو اللہ تعالی تو قادر مطلق ہے۔

آج سائنسدان یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ کائنات ہرلمحہ بدل رہی ہےاوراس کے اندرتمام آبجیکٹس پیدائش،موت اور دوبارہ پیدائش کے چکر میں لگے رہتے ہیں،یہ مسلسل پھیل رہی ہے یہ نظریہ جسے ایڈون ہبل نے پیش کیا اور hubblwes constant کےنام سے جانا جاتا ہے۔

اور یہ وہی بات ہے کہ جس کے ذریعے سے اللہ تعالی قرآن کریم میں یہ دعوت دیتا ہے کہ جواللہ تمہیں عدم سے وجود میں لاسکتا ہے وہ دوسری بار بھی پیدا کر

سکتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون،، (بقرۃ ۲۸)

یعنی (لوگو) تم اللہ کا انکار کیسے کرتے ہو حالانکہ تم مردہ (معدوم) تھے تو اس نے تمہیں زندہ کیا، پھر وہی تمہیں موت دے گا، پھر زندہ کرے گا، پھر اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے۔

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ کائنات کا پچانویں (۹۵) فیصد حصہ اس وقت تاریک مادہ ہے یعنی نامعلوم کائنات لیکن اس کے باوجود وہ اسے مانتے ہیں، تو پھر آخرت کا کیونکر انکار کر سکتے ہیں۔

یہ تمامتر مثالیں مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ہیں، سائنس کے طلبہ کے پاس یقیناً اس سے کہیں زیادہ اس حوالے سے مثالیں ہوں گی، ان سب کے بعد ضروری سمجھتا ہوں کہ سورۃ المومنون کی یہ آیات یہاں پیش کی جائیں جو یقیناً ایسے دلوں پر دستک دینے کے لئے کافی ہیں۔

وھو الذی انشأ لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا ما تشکرون،وھو الذی ذراکم فی الارض والیہ تحشرون،وھو الذی یحیی ویمیت ولہ الختلاف اللیل والنھار افلا تعقلون،بل قالوا مثل ماقال الاولون،قالواء اذا متنا وکنا ترابا وعظاما ء انا لمبعثون،لقد وعدنا نحن واباونا ھذا من قبل ان ھذا الا اساطیر الاولین،قل لمن

الارض ومن فيها ان كنتم تعلمون،سيقولون لله،قل افلا تذكرون،قل من رب السموات السبع ورب العرش العظيم،سيقولون لله قل افلا تتقون،قل من بيده ملكوت كل شيی وهو يجير ولا يجار عليه ان كنتم تعلمون،سيقولون لله قل فانی تسحرون (المومنون آیات ۷۸تا۸۹)

یعنی وہی تو ہے جس نے تمہیں کان، آنکھیں اور دل عطا کئے (تا کہ تم سنو، دیکھو اور غور کرو) مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو، اور وہی ذات ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا اور اسی کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے، اور وہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور رات اور دن کا باری باری آتے رہنا اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، کیا تم کچھ بھی نہیں سمجھتے؟ بلکہ انہوں نے بھی وہی کچھ کہہ دیا جو ان کے پہلے لوگ کہہ چکے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو ہمیں پھر زندہ کر کے اٹھایا جائے گا؟ یہ بات تو ہمیں اور اس سے بیشتر ہمارے آباؤ اجداد کو بھی کہی گئی تھی، یہ تو محض پرانے افسانے ہیں، آپ ان سے پوچھئے کہ اگر تمہیں کچھ علم ہے تو بتلاؤ کہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہ کس کا ہے؟ وہ فوراً کہہ دیں گے کہ اللہ کا، آپ کہئے پھر تم نصیحت قبول کیوں نہیں کرتے؟ پھر ان سے پوچھئے کہ سات آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ وہ فوراً کہہ دیں گے کہ یہ (سب کچھ) اللہ ہی کا ہے، آپ کہئے پھر تم اللہ سے ڈرتے کیوں نہیں؟ پھر ان سے پوچھئے

کہ اگر تم جانتے ہو حکومت کس کی ہے؟ اور وہ کون ہے جو پناہ دیتا ہے مگر اس کے مقابلے میں کسی کو پناہ نہیں مل سکتی؟ وہ فوراً کہیں گے اللہ ہی ہے، آپ کہئے پھر تم پر کہاں سے جادو چل جاتا ہے؟

واقعۃً قرآن کریم کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سائنسی نشانیاں جب دیکھتے ہیں تو پھر نتیجہ وہی نکلتا ہے چنانچہ پروفیسر فلپ ہٹی کو بھی ماننا پڑا اس نے لکھا

the most impressive part of the quran deal with eschatology

یعنی قرآن کریم کے سب سے زیادہ پر اثر حصے وہ ہیں جو آخرت کے حوالے سے بحث کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جس کے دل میں عقیدۂ آخرت صحیح طور پر راسخ ہے وہ معاشرے کے لئے ایک بہترین فرد ثابت ہوتا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالی اس عقیدے پر قائم ودائم رکھے۔ آمین

انسان مقدر کو شکست نہیں دے سکتا

۲۹ اگست ۱۹۵۸ء کو پیدا ہونے والا مائیکل جیکسن ایک ایسا انسان جو نظام فطرت کو شکست دینا چاہتا تھا، اسے چار چیزوں سے سخت نفرت تھی۔

(۱) اسے اپنی سیاہ رنگت سے نفرت تھی وہ گوروں کی طرح دکھائی دینا چاہتا تھا۔

(۲)اسے گمنامی سے نفرت تھی وہ دنیا کا مشہور ترین شخص بننا چاہتا تھا۔
(۳)اسے اپنے ماضی سے نفرت تھی وہ اپنے ماضی کو اپنے آپ سے کھرچ کر الگ کر دینا چاہتا تھا۔
(۴)اسے عام لوگوں کی طرح ستر، اسی برس میں مر جانے سے بھی نفرت تھی، وہ ڈیڑھ سو سال تک زندہ رہنا چاہتا تھا۔

وہ ایک ایسا گلوکار بننا چاہتا تھا جو ایک سو پچاس سال کی عمر میں لاکھوں لوگوں کے سامنے ڈانس کرے، اپنا آخری گانا گائے، پچیس سال کی گرل فرینڈ کے ماتھے پر بوسہ دے اور کروڑوں مداحوں کی موجودگی میں دنیا سے رخصت ہو جائے، مائیکل جیکسن کی آنے والی زندگی ان چار خواہشوں کی تکمیل میں بسر ہوئی، اس نے ۱۹۸۲ء میں اپنا دوسرا البم ''تھرلر،، لانچ کیا، یہ دنیا میں سب سے زیادہ بکنے والا البم تھا، ایک ماہ میں اس کی ساڑھے چھ کروڑ کاپیاں فروخت ہوئی تھیں اور یہ گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ کا حصہ بن گیا تھا، مائیکل جیکسن اب دنیا کا مشہور ترین گلوکار تھا، اس نے گمنامی کو شکست دیدی تھی، مائیکل نے اس کے بعد اپنی سیاہ جلد کو شکست دینے کا فیصلہ کیا اور پلاسٹک سرجری شروع کروادی، امریکہ اور یورپ کے پچپن چوٹی کے پلاسٹک سرجنز کی خدمات حاصل کیں یہاں تک کہ ۱۹۸۷ء تک مائیکل کی ساری شکل وصورت، جلد، نقوش اور حرکات وسکنات تبدیل ہو گئیں۔

سیاہ فام مائیکل جیکسن کی جگہ گورا چٹا اور نسوانی نقوش کا مالک ایک

خوبصورت مائیکل جیکسن دنیا کے سامنے آ گیا یوں اس نے اپنی سیاہ رنگت کو بھی شکست دیدی۔

اس کے بعد ماضی کی باری آئی، مائیکل نے اپنے ماضی سے بھاگنا شروع کردیا،اس نے اپنے خاندان سے قطع تعلق کرلیا،اپنے address (سکونت کی جگہ) تبدیل کر لئے ،اس نے کرائے پر گورے ماں باپ حاصل کر لئے اور تمام پرانے دوستوں سے بھی جان چھڑالی،ان تمام اقدامات کے دوران جہاں وہ اکیلا ہوتا چلا گیا وہاں وہ مصنوعی زندگی کے گرداب میں بھی پھنس گیا،اس نے خود کو مشہور کرنے کے لئے ایلوس پریسلے کی بیٹی لیزا میری پریسلے سے شادی کرلی،اس نے یورپ میں اپنے بڑے بڑے مجسمے بھی لگوادیئے،اوراس نے مصنوعی طریقہ تولید کے ذریعے ایک نرس ڈیبی رو سے اپنا پہلا بیٹا پرنس مائیکل بھی پیدا کرالیا،ڈیبی رو کے بطن سے اس کی بیٹی پیرنس مائیکل بھی پیدا ہوئی،اس کی یہ کوشش بھی کامیاب ہوگئی،اس نے بڑی حد تک اپنے ماضی سے بھی جان چھڑالی۔

لہذا اب اس کی آخری خواہش کی باری تھی،وہ ڈیڑھ سو سال تک زندہ رہنا چاہتا تھا،مائیکل جیکسن طویل عمر پانے کے لئے دلچسپ حرکتیں کرتا تھا،مثلاً وہ رات کو آکسیجن ٹینٹ میں سوتا تھا،وہ جراثیم،وائرس اور بیماریوں کے اثرات سے بچنے کے لئے دستانے پہن کر لوگوں سے ہاتھ ملاتا تھا،وہ لوگوں میں جانے سے پہلے منہ پر ماسک چڑھالیتا تھا،وہ مخصوص خوراک کھاتا تھا اور اس نے مستقل طور پر بارہ

ڈاکٹر ملازم رکھے ہوئے تھے۔
یہ ڈاکٹر روزانہ اس کے جسم کے ایک ایک حصے کا معائنہ کرتے تھے، اس کی خوراک کا روزانہ لیبارٹری ٹیسٹ بھی ہوتا تھا، اور اس کا سٹاف اسے روزانہ ورزش بھی کراتا تھا، اس نے اپنے لئے فالتو پھیپھڑوں، گردوں، آنکھ، دل اور جگر کا بندوبست بھی کر رکھا تھا، یہ وہ ڈونر تھے جن کے تمام اخراجات مائیکل اٹھارہا تھا اور ان ڈونرز نے بوقت ضرورت اپنے اعضاء اسے عطیہ کر دینا تھا، چنانچہ اسے یقین تھا کہ وہ ڈیڑھ سو سال تک ضرور زندہ رہے گا۔
لیکن پھر ۲۵ جون ۲۰۰۹ء کی رات آئی، اسے سانس لینے میں دشواری پیش آئی، اس کے ڈاکٹرز نے ملک بھر کے سینئر ڈاکٹرز کو اس کی رہائش گاہ پر جمع کر لیا، یہ ڈاکٹرز اسے موت سے بچانے کے لئے کوشش کرتے رہے لیکن ناکام ہوئے تو ہسپتال لے گئے، وہ شخص جس نے ڈیڑھ سو سال کی منصوبہ بندی کر رکھی تھی، جو ننگے پاؤں زمین پر نہیں چلتا تھا، جو کسی سے ہاتھ ملانے سے پہلے دستانے چڑھا لیتا تھا، جس کے گھر میں روزانہ جراثیم کش ادویات چھڑکی جاتی تھیں اور جس نے پچیس برس تک کوئی ایسی چیز نہیں کھائی تھی جس سے ڈاکٹروں نے اسے منع کیا ہو، وہ شخص صرف پچاس سال کی عمر میں اور صرف تیس منٹ میں انتقال کر گیا، اس کی روح چٹکی کے دورانیہ میں جسم سے پرواز کر گئی، مائیکل جیکسن کے انتقال کی خبر گوگل پر دس منٹ میں آٹھ لاکھ لوگوں نے پڑھی، یہ گوگل کی تاریخ کا

ریکارڈ تھا اور اس ہیوی ٹریفک کی وجہ سے گوگل کا سسٹم بیٹھ گیا اور کمپنی کو پچیس منٹ تک اپنے صارفین سے معذرت کرنا پڑی، مائیکل جیکسن کا پوسٹ مارٹم ہوا تو پتہ چلا کہ بہت زیادہ احتیاط کی وجہ سے اس کا جسم ڈھانچہ بن چکا تھا، وہ سر سے گنجا ہو چکا تھا، اس کی پسلیاں ٹوٹی ہوئی تھیں، اس کے کولہے، کندھے، پسلیوں اور ٹانگوں پر سوئیوں کے بے تحاشا نشان تھے، وہ پلاسٹک سرجری کی وجہ سے ''پین کلرز،، کا محتاج ہو چکا تھا، چنانچہ وہ روزانہ درجنوں انجکشن لگواتا تھا، لیکن یہ انجکشنز یہ احتیاط اور یہ ڈاکٹرز بھی اسے موت سے نہیں بچا سکے اور وہ ایک دن چپ چاپ اس جہاں سے چلا گیا، اور یوں اس کی آخری خواہش پوری نہ ہو سکی ۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ ۔

ملے خاک میں اہل شاں کیسے کیسے
مکیں ہو گئے لا مکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے
اجل نے نہ کسری ہی چھوڑا نہ دارا
اسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا

ہر اک لے کے کیا کیا حسرت سدھارا
پڑا رہ گیا یوں ہی سب ٹھاٹھ سارا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

مائیکل جیکسن کی موت ایک اعلان ہے کہ انسان پوری دنیا کو فتح کر سکتا ہے لیکن وہ اپنے مقدر کو شکست نہیں دے سکتا، وہ موت اور اس موت کو لکھنے والے کا مقابلہ نہیں کر سکتا، چنانچہ کوئی راک سٹار ہو یا فرعون وہ دوٹن مٹی کے بوجھ سے نہیں بچ سکتا، وہ موت کو شکست نہیں دے سکتا، جہاں میں ہر طرف عبرت کے نمونے ہیں، بس دیکھنے والی آنکھیں، سوچنے والا دماغ اور سمجھنے والا دل چاہیئے۔

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے
مگر ہم کو اندھا کیا ہے رنگ و بونے
کبھی غور سے بھی دیکھا ہے ہم نے
کہ جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سونے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل بھی
جہاں تاک میں ہر گھڑی ہو اجل بھی

بس اب اپنے اس جہل سے تو نکل بھی
یہ طرز معیشت اب اپنا بدل بھی
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

ٹائی ٹینک جو ڈوب گیا

''جو ڈوب نہیں سکتا،، یہ تھے وہ الفاظ جو اپنے وقت کے مشہور بحری جہاز ٹائی ٹینک کے تعارفی اشتہار میں استعمال کئے گئے تھے،اس جہاز کو بنانے والوں کو اس کی مضبوطی پائیداری اور غرقاب نہ ہونے کا اتنا یقین تھا کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اس میں لائف بوٹس کو مکمل تعداد میں نہیں رکھا تھا بلکہ زیریں حصوں کو جوڑنے والی دیواروں کو بھی مکمل طور پر تعمیر نہیں کیا گیا تھا،ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اگر جہاز کے ابتدائی حصے میں پانی بھر جائے تو وہ پانی پچھلے حصوں میں بھی جا سکتا ہے۔

وائٹ اسٹار لائن کے اہتمام میں بننے والے دنیا کے اس سب سے بڑے جہاز کی لمبائی ۸۸۲ فٹ نو انچ اور چوڑائی ۹۲ فٹ تھی جبکہ اس جہاز کی اونچائی ۱۷۵ فٹ بتائی جاتی ہے،اس جہاز کی تعمیر کا حکم نامہ ۱۷ستمبر ۱۹۰۸ء کو جاری ہوا تھا اور اس کی تعمیر ۳۱ مارچ ۱۹۰۹ء کو شروع ہوئی تھی،۳۱ مئی ۱۹۱۱ء کو اسے پانی میں اتارا گیا اور دو اپریل ۱۹۱۲ء کو اس کی تعمیر مکمل ہوئی۔

آٹھ دن بعد دس اپریل ۱۹۱۲ء کو رات نو بجے یہ جہاز اپنے اولین سفر پر برطانوی شہر ساؤتھ ہیمپٹن سے امریکہ کے شہر نیویارک کے لئے روانہ ہوا، جہاز میں عملے کے ۸۹۲ افراد سمیت ۳۳۲۷ مسافر سوار تھے، سفر کے ابتدائی چار دن خوشگوار تھے، جہاز کے مالکان اور مسافر سبھی اپنی خوش بختی پر نازاں تھے، وہ دنیا کے سب سے بڑے اور سب سے پر تعیش جہاز میں سفر کر رہے تھے۔

جس ٹائی ٹینک پر اتنا ناز تھا کہ وہ کبھی سمندر میں ڈوب نہیں سکتا وہ بالآخر ڈوب گیا اور ان لائف بوٹس کی مدد سے صرف ۷۵۵ مسافر اپنی جان بچا سکے باقی مسافر جن کی تعداد ۱۴۹۰ سے ۱۶۳۵ کے درمیان بتائی جاتی ہے، ڈوب کر ہلاک ہو گئے، زندہ بچ جانے والوں میں جہاز کا مالک بھی شامل تھا جو خواتین اور بچوں کو ڈوبتے جہاز میں چھوڑ کر ایک کشتی کے ذریعے جان بچانے میں کامیاب رہا مگر اس خود غرضی پر وہ زندگی بھر نفرت کا نشانہ بنا رہا، اسے ٹائی ٹینک کا بزدل کہا جاتا تھا، اس کا انتقال ۱۹۳۷ء میں ہوا۔

بعد میں جو دریافت ہوئی اس میں بعض تکلیف دہ حقائق بھی سامنے آئے وہ یہ کہ زندگی اور موت کی اس طویل کشمکش میں بھی سماجی اور اقتصادی تقسیم کو مدنظر رکھا گیا، جہاز کے عملے نے تیسرے درجے کے مسافروں کو ڈیک کے نیچے آخری وقت تک بند رکھا کیونکہ لائف بوٹس پر پہلے درجے کے مسافروں کا حق مقدم سمجھا گیا تھا۔

تیسرے درجے میں سفر کرنے والی ۱۷۹ خواتین میں سے ۸۱ ہلاک ہوگئیں جبکہ پہلے درجے میں سوار ۱۴۳ عورتوں میں سے صرف چار ہلاک ہوئیں جن میں سے تین وہ تھیں جنہوں نے اپنے شوہر کا ساتھ ترک کرنا قبول نہیں کیا تھا۔

جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے

وائلٹ جیسوپ نامی خاتون کو خوش قسمت ترین خاتون قرار دیا جاتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ پہلے ٹائی ٹینک اور پھر britannic بحری جہاز ڈوبنے کے واقعات میں بچنے میں کامیاب رہی تھیں۔

ٹائی ٹینک کے حادثے کے چار سال بعد ۱۹۱۶ء میں britannic کے حادثے میں بھی بچ گئیں تھی جو ایک بارودی سرنگ سے ٹکرا کر تباہ ہوا تھا۔

شہزادہ داؤد اور سورۂ نور

شہزادہ داؤد پاکستان کے امیر ترین بزنس مین حسین داؤد کے صاحبزادے تھے، ان کی عمر ۴۸ سال تھی، وہ شادی شدہ تھے ان کے دو بچے تھے سلیمان اور علینا، یہ اپنے ۱۹ سالہ بیٹے سلیمان کے ساتھ ۱۸ جون ۲۰۲۳ء کو ٹائی ٹینک کا ملبہ دیکھنے کے لئے ٹائیٹن آب دوز کے ذریعے سمندر میں اترے اور پھر باہر نہیں آسکے، یہ آب دوز اوشین گیٹ کمپنی کی ملکیت تھی اور اس کا سی ای او اسٹاکن رش بھی ان کے ساتھ تھا، آب دوز میں پانچ لوگوں کی گنجائش تھی اور اس میں پانچ ہی لوگ تھے، تین مسافر اور دو عملے کے لوگ، اوشین گیٹ ۲۰۲۱ء سے ارب پتیوں کو سمندر کی

تہہ میں ۳۳۰۰ میٹر نیچے ٹائی ٹینک کے ملبے کی سیر کرارہی تھی، جیسا کہ پیچھے ذکر کیا ٹائی ٹینک برف کے پہاڑ سے ٹکرا کر تباہ ہو گیا تھا اور اس کا ملبہ ساڑھے تین ہزار میٹر گہرائی میں ڈوب گیا تھا۔

ٹائی ٹینک کا ملبہ ۱۹۸۵ء میں دریافت ہوا اور اوشن گیٹ نے ۲۰۲۱ء سے دنیا بھر کے امراء کو اس کی سیر کرانی شروع کر دی، یہ سیر ساڑھے دس ہزار کلوگرام وزنی اور ۲۱ فٹ چوڑی آب دوز ٹائیٹن میں کرائی جاتی تھی، جس میں ۹۶ گھنٹوں کا لائف سسٹم موجود ہوتا تھا اور کمپنی فی کس اڑھائی لاکھ ڈالر وصول کرتی تھی، آب دوز سمندر میں ۱۳ ہزار ایک سو فٹ گہرائی میں جا سکتی تھی، شہزادہ داؤد اور سلیمان داؤد ۱۸ جون کو بحری جہاز ایم وی پولر پرنس کے ذریعے ٹائیٹن میں سوار ہوئے اور آب دوز پانی میں اتر گئی۔

ایک گھنٹہ پینتالیس منٹ بعد آب دوز کا کنٹرول روم سے رابطہ ٹوٹ گیا، امریکی بحریہ نے عین اس وقت اپنے لانگ رینج سونار سسٹم کے ذریعے پانی میں دھماکے کی آواز سنی تھی، امریکا نے یہ سسٹم ۱۹۵۰ء میں بحیرہ اوقیانوس میں روسی آب دوزوں سے بچنے کے لئے لگایا تھا، آج تک تحقیقات کے مطابق آب دوز پونے دو گھنٹے بعد باتھ پی لوجک زون میں دھماکے سے پھٹ گئی تھی، یہ زون تین ہزار میٹر کی گہرائی میں ہے۔

آب دوز کی دم اور لینڈنگ فریم ٹائی ٹینک کے ملبے سے ۱۶۰۰ فٹ کے

فاصلے سے ملاتا ہم لاشیں غائب تھیں اور یہ لاشیں سرے دست کسی ٹیکنالوجی کی مدد سے دریافت نہیں ہوسکتیں، کیوں نہیں ہوسکتیں؟ بحری ماہرین نے بتایا کہ سمندر میں تہہ در تہہ بحریں (ویوز) ہوتی ہیں۔

ایک بحر کے بعد دوسری بحر اور دوسری کے بعد تیسری بحر آتی ہے اور یہ بحریں سمندر میں سناٹا اور اندھیرا کرتی چلی جاتی ہیں، بحروں کا باقاعدہ وزن بھی ہوتا ہے، سمندر کے بالائی پانی کا وزن ۶ اعشاریہ ۶ کلوگرام فی مربع انچ ہوتا ہے، ہر دس میٹر بعد بحر تبدیل ہوجاتی ہے اور پانی کا وزن دوگنا ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ تین ہزار میٹر گہرائی میں جاکر پانی کا وزن (دباؤ) تین سو گنا بڑھ جاتا ہے، سمندر میں دو گھنٹے گہرائی میں سفر کے بعد پانی میں اندھیرے کے ایسے گہرے بادل چھا جاتے ہیں۔

جنہیں لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا، کیوں؟ کیونکہ یہ اندھیرا دنیا کے کسی بھی مقام پر انسان کے تجربے میں نہیں آتا، بحری ماہرین اس اندھیرے کو پچ ڈارک نیس کہتے ہیں، یہ اندھیرا اتنا گہرا ہوتا ہے کہ انسان دوسرے ہاتھ کو ٹٹول نہیں سکتا، اس گہرائی میں دباؤ اور اندھیرے کے بعد سردی اور کمیونٹی کیشن کا عذاب بھی نازل ہوجاتا ہے۔

پچ ڈارک نیس کی سردی ناقابل برداشت ہوتی ہے، وہاں پہنچ کر دنیا کے تمام جی پی ایس سسٹم بھی جواب دے جاتے ہیں، کیوں؟ وجہ آج تک معلوم نہیں ہو

سکی،سائنس دان اس مقام کو مڈ نائٹ زون کہتے ہیں اور ٹائیٹن آب دوز اس مقام پر حادثے یا دھماکے کا شکار بنی لہذا وہاں سے لاشوں کی تلاش ممکن نہیں۔

اب آیئے قرآن پاک کی طرف سورۂ نور کی آیت نمبر چالیس میں ہے اللہ تعالی اس آیت میں مڈ نائٹ زون اور پچ ڈارکنس کے بارے میں بتاتا ہے فرمایا''او کظلمت فی بحر لجی یغشه موج من فوقه موج من فوقه سحاب،ظلمت بعضها فوق بعض،اذا اخرج یده لم یکد یراها ومن لم یجعل الله له نورا فما له من نور،،

ترجمہ۔یا جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا ہو،موجوں کے اوپر موجیں اٹھ رہی ہوں اوپر سے گہرے سیاہ بادل چھائے ہوئے ہوں اوپر تلے بہت سے اندھیرے ہوں اور اگر کوئی اپنا ہاتھ نکالے تو وہ اس کو بھی نہ دیکھ پائے،انگریزی ترجمہ ہے

the darkness in a deep sea,covered by waves upon waves,topped by dark clouds,darkness upon darkness! if one stretches out their hand,they can hardly see it.

اب یہ آیت دوبارہ پڑھیں اور اس کے بعد ٹائیٹن آب دوز کے سانحے پر ماہرین کی رائے بھی دوبارہ سنیں اور پھر اپنے آپ سے سوال کریں آج سے چودہ

سوسال پہلے جب انسان سمندر میں تین میٹر سے زیادہ گہرائی میں نہیں گیا تھا، اس وقت قرآن مجید میں کس نے ڈکلیئر کیا کہ سمندر میں موجوں کے اوپر موجیں ہوتی ہیں اور یہ گہرے بادلوں کی طرح ہر چیز کو ڈھانپ لیتی ہیں اور یہ ایک ایسا اندھیرا تخلیق کر دیتی ہیں جس میں ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو شناخت نہیں کر سکتا، یہ حقیقت چودہ سوسال پہلے کس طرح معلوم ہوگئی؟ دنیا نے ۱۹۸۵ء میں ٹائی ٹینک کا ملبہ تلاش کر پائی جبکہ اللہ تعالی نے ۶۲۸ ھ میں بتا دیا ہم سمندر میں موج کے اوپر موج چلاتے ہیں، یہ موجیں گہرے بادل جیسی ہوتی ہیں اور یہ ایک ایسی پچ ڈارک نیس تخلیق کرتی ہیں جس میں بینائی جواب دے جاتی ہے اور ٹائیٹن اس پچ ڈارک نیس میں گم ہوئی یا تباہ ہوگئی۔

کیا یہ محض اتفاق تھا؟ میں نے اس کا بار بار مطالعہ کیا اور میری آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں اور میں نے اللہ تعالی کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے اپنے اس دین میں پیدا کیا جس نے دنیا کو چودہ سوسال پہلے پچ ڈارک نیس موج کے اوپر موج اور پھر اندھیرے کے بادلوں کے بارے میں اطلاع دیدی تھی اور ساتھ یہ بھی فرما دیا تھا، اللہ جس کو روشنی نہ دے اسے کبھی روشنی نصیب نہیں ہوتی اور مجھے ساتھ ہی یہ بھی محسوس ہوا اللہ تعالی نے شاید دنیا کو اپنی آیات کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ٹائی ٹینک اور ٹائیٹن کو ڈبو دیا تا کہ لوگوں تک اس کا پیغام پہنچ سکے۔

شاید اللہ تعالی اس سانحے کے ذریعے عالم اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتا ہو

کہ تم لوگ بلا وجہ احساس کمتری کا شکار ہو اور اس احساس کمتری میں ان لوگوں کی طرف دیکھ رہے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی روشنی سے محروم رکھا ہوا ہے، تم ان لوگوں کی طرف نہ دیکھو اور صرف اور صرف اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ تمہارے حالات صرف وہی بدلے گا۔

حسین داؤد اس المناک حادثے کے بعد زندگی کے مشکل ترین دور سے گزر رہے ہوں گے، اللہ پاک انہیں صبر و ہمت عطا کرے، تاہم انہیں چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کی یاد میں کوئی ایسا سینٹر بنائیں جس میں ماڈرن لائف اور قرآن مجید پر ریسرچ کے ذریعے ثابت کیا جاسکے کہ ہمارا دین سچا اور دنیا کا جدید ترین سائنٹیفک معجزہ ہے۔

شاید اس تخریب میں تعمیر کا کوئی راز چھپا ہوا ہو؟ شاید اللہ تعالیٰ حسین داؤد فیملی سے کوئی بڑا کام لینا چاہتا ہو؟ بیشک اللہ تعالیٰ جس کو روشنی سے نوازتا ہے اس کے ذہن سے اندھیرے کے سارے بادل خود بخود چھٹ جاتے ہیں، آخری بات انسان کو بعض اوقات اپنی موت کے مقام تک پہنچنے کے لئے اڑھائی لاکھ ڈالر ادا کرنا پڑ جاتے ہیں، اسے اپنی موت خریدنا پڑ جاتی ہے، جیسا کہ اس قصہ میں نظر آتا ہے۔

اللہ جانتا ہے

یہ فرش و عرش کیا ہے اللہ جانتا ہے
پردوں میں کیا چھپا ہے اللہ جانتا ہے
جو بھی برا بھلا ہے اللہ جانتا ہے
بندوں کے دل میں کیا ہے اللہ جانتا ہے
لاکھ اپنے دل کا سکہ دنیا سے تو چھپا لے
کھوٹا ہے یا کھرا ہے اللہ جانتا ہے
جا کر جہاں سے واپس آتا نہیں ہے کوئی
وہ بام کونسا ہے اللہ جانتا ہے
یہ صبح و شام دیکھو یہ دھوپ چھاؤں دیکھو
سب کیوں یہ ہو رہا ہے اللہ جانتا ہے
نیکی بدی کو اپنی کتنا ہی تو چھپا لے
اللہ کو پتا ہے اللہ جانتا ہے
قسمت کے کام کو سب جانے نہیں ہیں اختر
قسمت میں کیا لکھا ہے اللہ جانتا ہے

عجب آپ کی داستان ہے

ابراہیم کے کتنے امتحاں ہوئے
سب جانتے ہیں کیا کیا ہوئے
عجب آپ کی داستان ہے
حیران اس پر زمین و آسمان ہے
خدا آپ کا امتحان لیتے رہے
بخوشی آپ امتحان دیتے رہے
کامیابی قدم آپ کے چومتی رہی
نبوت گھرانے میں آپ کے گھومتی رہی
نہ کیا کبھی آپ نے کوئی گلہ
اسی کا ملا پھر آپ کو یہ صلہ
امامت کا تاج سر پر آپ کے سجایا گیا
پورے عالم میں ڈنکا آپ کا بجایا گیا
بفضل الٰہی ہم سب آپ کی ملت ہے
سلام ہم بڑے ہی خوش قسمت ہے

مئولف کی دیگر تالیفات

(١)منتخب تقاریر۔جلد اول (مطبوعہ)

(٢)مجالس خطیب الامت۔اول ودوم (مطبوعہ)

(٣)لطائف سورۂ یوسف۔اول ودوم (مطبوعہ)

(٤)ملفوظات خطیب الامت۔جلد اول (مطبوعہ)

(٥)ارشادات خطیب الامت۔جلد اول (مطبوعہ)

(٦)بچوں کے لئے احکام ومسائل (مطبوعہ)

(٧)مختصر تذکرہ وتعارف حضرت مولانا یعقوب اشرف صاحب راندیریؒ (مطبوعہ)

(٨)گلدستہ سعید یعنی حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ کا کچھ ذکر خیر (مطبوعہ)

(٩)حمد ونعت کا گلدستہ (مطبوعہ)

(١٠)میرے محسنین (مطبوعہ)

(١١)دل کے احساسات بشکل رباعی (مطبوعہ)

(١٢)والد مرحوم کا کچھ ذکر خیر (غیر مطبوعہ)

(١٣)شخصیات (منظوم) (غیر مطبوعہ)

(١٤)مدرسہ اسلامیہ لاجپور کے دس اساتذۂ کرام کا ذکر خیر (مطبوعہ)